جامعہ دارالعلوم کراچی

کا ترجمان

ماہنامہ

البلاغ

ذوالحجہ ۱۴۳۹ھ / ستمبر ۲۰۱۸ء

بانی

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ

هٰذا بلاغٌ لِلناسِ

جلد ۵۳ — شمارہ ۱۲

ذوالحجہ ۱۴۳۹ھ / ستمبر ۲۰۱۸ء

نگران

حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم

مدیر اعلیٰ

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

مدیر مسؤل

مولانا عزیز الرحمٰن صاحب

مجلس ادارات

مولانا محمود اشرف عثمانی ـــ مولانا راحت علی ہاشمی

زیرانتظام فرحان صدیقی

فی شمارہ ....۳۵/- روپے

سالانہ زرتعاون ....۴۰۰/- روپے

بذریعہ رجسٹری ....۵۵۰/- روپے

سالانہ زر تعاون

بیرون ممالک

امریکہ، آسٹریلیا، افریقہ اور

یورپی ممالک.............۳۵ ڈالر

سعودی عرب، انڈیا اور متحدہ عرب

امارات.............۲۷ ڈالر

ایران، بنگلہ دیش.............۲۵ ڈالر

خط و کتابت کا پتہ

ماہنامہ "البلاغ" جامعہ دارالعلوم کراچی

کورنگی انڈسٹریل ایریا کراچی ۷۵۱۸۰

فون نمبر:۔ 021-35123222

021-35123434

بینک اکاونٹ نمبر

9928-0100569829

میزان بینک لمیٹڈ

کورنگی دارالعلوم برانچ کراچی
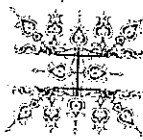
Email Address:

monthlyalbalagh@gmail.com

www.darululoomkarachi.edu.pk

پبلشر:۔ محمد تقی عثمانی

پرنٹر:۔ القادر پرنٹنگ پریس کراچی

حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب، دامت برکاتہم
استاذ الحدیث جامعہ دار العلوم کراچی

پاکستان تحریک انصاف کی حکومت

اور وابستہ توقعات

حمد وستائش اس ذات کے لئے ہے جس نے اس کارخانۂ عالم کو وجود بخشا
اور
درود وسلام اس کے آخری پیغمبر پر جنہوں نے دنیا میں حق کا بول بالا کیا

ملک کے طول وعرض میں ہنگامہ خیز، جارحانہ اور دشمنی کی حد تک حریفانہ الیکشن مہم کے بعد بالآخر ۲۵ر جولائی ۲۰۱۸ء کو قومی اور صوبائی مجالس قانون ساز کے ممبران کے انتخاب کے لئے ووٹ ڈالے گئے، ملکی ذرائع ابلاغ کی اطلاع کے مطابق وفاق، خیبر پختون خوا اور بظاہر پنجاب میں بھی، پاکستان تحریک انصاف کی حکومتیں وجود میں آنے والی ہیں، چنانچہ اگلے پانچ سال کے لئے متوقع وزیر اعظم، عمران خان صاحب کچھ دنوں میں وزارت عظمیٰ کے منصب کا حلف اٹھالیں گے۔

سیاست اور ذرائع ابلاغ سے وابستہ بہت سی نامور شخصیات نے نتائج پر تحفظات اور بے اطمینانی کا اظہار کیا ہے اور مختلف قرائن کے حوالے سے، پس پردہ سرگرم عمل قوتوں پر جانبداری کا الزام لگایا ہے، چنانچہ دو ہفتہ

بعد بھی ملک کے طول وعرض کے سیاسی حلقوں میں ابھی تک یہ بحث جاری ہے، جگہ جگہ احتجاج بھی ہو رہا ہے اور بظاہر سیاسی بے چینی کی یہ فضا آئندہ بھی جاری رہے گی، جبکہ دوسری طرف حکومت سازی کے لئے، عددی اکثریت کی غرض سے ماضی کی طرح آزاد ارکان کی حمایت حاصل کرنے کے لئے، ہر طرح کے حربے بروئے کار لائے جا رہے ہیں، شامت اعمال سے ہماری سیاست چونکہ بالعموم مفاد پرستی اور خود غرضی کے تابع ہے اس لئے ممبران کسی نظریہ یا بلند نصب العین کی بجائے شخصی مفادات کو ترجیح دیتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ اس ملک میں اس طرح کے مواقع میں منتخب ممبران اسمبلی کے اس طرز عمل کے لئے "ہارس ٹریڈنگ" کی مکروہ اصطلاح استعمال ہونے لگی ہے، اِس وقت پس پردہ جو سرگرمیاں جاری ہیں، ان کو دیکھتے ہوئے تجزیہ نگاروں کا خیال ہے کہ آج کل بھی سابقہ معمول کے مطابق بازار "اسپاں" گرم ہے۔

حصولِ آزادی کے بعد سے اب تک اِس ستر سال کے طویل دورانیہ میں وطن عزیز کی سیاسی فضاء پاکیزہ، با مقصد اور مخلصانہ حکمرانی کو ترس گئی ہے، ہر آنے والی حکومت سے وابستہ توقعات کچھ ہی دنوں میں دم توڑ دیتی ہیں اور دیکھتے ہی دیکھتے ملک میں نیا بحران سر اٹھانے لگتا ہے، جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ناپائیدار سیاسی حالات ملک کو ترقی کی راہ پر ڈالنے کے بجائے مسائل ومشکلات کے بھنور میں پھنساتے چلے جاتے ہیں، ہمارا یہ المیہ ہے کہ وطن عزیز جو اپنے قدرتی، معدنی، معاشی اور انسانی وسائل کی رو سے بھی اور اپنے محل وقوع سے بھی، ملکوں کی دنیا میں منفرد خصوصیات کا حامل ہے، ان تہ در تہ نعمتوں کے باوجود، یہاں دور اندیش اور باصلاحیت قیادت کے فقدان سے ہر شعبہ تنزل کی طرف جا رہا ہے۔

مہنگائی کمر توڑ ہے، بے روزگاری کی وجہ سے ماحول میں اضطراب ہے، بجلی، پانی اور گیس جیسی بنیادی ضروریات آسانی سے دستیاب نہیں ہیں جبکہ تعلیم اور صحت کے اداروں کا حال بھی بوجوہ ناقابل اطمینان ہے، صنعت بھی زبوں حالی کے نرغے میں ہے اور ٹیکنالوجی کی راہ میں بھی کوئی کوشش، پیش رفت ہوتی نظر نہیں آتی۔ حکومت وریاست کے اداروں میں رشوت، کام چوری اور مفاد پرستی کی لعنتیں کینسر کی طرح پنجے گاڑ چکی ہیں، معاشرہ ان مہلک امراض سے بُری طرح آلودہ ہے اور ملک وقوم کا بڑا المیہ یہ بھی ہے کہ بیس کروڑ عوام کا ہر فرد ریاست کے نام پر حاصل کئے گئے سودی قرضوں میں جکڑا ہوا ہے، ان حالات کی وجہ سے عوام بے چین ہیں کہ افق پر روشنی کی کوئی لکیر نظر نہیں آتی، پاکستان جن مقاصد اور جس نظریہ کے تحت وجود میں آیا تھا وقت کے ساتھ ساتھ وہ مقاصد بھی فراموش ہو رہے ہیں یا جان بوجھ کر ان کو نظر انداز کیا جا رہا ہے۔ برصغیر کی جس نسل نے

آزادی اور مملکت پاکستان کے حصول کے لئے قربانیاں دی تھیں اور اس مومنانہ تحریک میں سپاہی کا کردار ادا کیا تھا، اس کی اکثریت رخصت ہوچکی ہے باقی بھی چراغ سحری کی طرح ہیں جو اپنے سینوں میں اسلامی فلاحی ریاست کے قیام کی حسرتیں لئے اب بھی حالات سے مایوس نہیں ہیں۔

جناب عمران خان صاحب نے الیکشن میں اپنی اور اپنی پارٹی کی کامیابی کے بعد جو تقریر کی ہے وہ ملک کے طول عرض میں سنی گئی ہے اور جن مثبت ارادوں اور ملکی عوام کی ہمدردی کے لئے عمدہ خیالات واحساسات کا موصوف کی طرف سے اس تقریر میں عزم ظاہر کیا گیا ہے وہ بلاشبہ قابل تحسین ہیں، اور ان ارادوں کے اظہار کے بعد، بجا طور پر عوام بدلتے پاکستان کے تصورات وخیالات دماغوں میں سجائے طرح طرح کی توقعات رکھنے لگے ہیں ـــــ خدانخواستہ ایسا نہ ہو کہ یہ صرف زبانی جمع خرچ اور وقتی سیاسی مصلحت پر مبنی اظہار خیال ہو، کہ دور حاضر کی سیاست کا دائرہ ہی کچھ اس طرح کے سبز باغ اور موہوم وعدوں کے سوا کچھ نہیں ہوتا، کم از کم ہمارے اس ملک کی سیاست کا تو اب تک یہی حال رہا ہے۔

اگلے چند دنوں میں حلف اٹھانے کی روایت شروع ہوجائے گی، مرکز اور صوبوں میں ہم نئی حکومتوں اور حکمرانوں کو دیکھ سکیں گے اور اسی وقت سے ان حکمرانوں کا امتحان بھی شروع ہوجائے گا۔

حکومت اور حکمرانی اگر زر، زور اور آن بان کے حصول کے لئے ہو تو ملک وملت کے لئے اس سے بڑے شر اور فساد کا تصور نہیں ہوسکتا اور اگر یہ اختیار واقتدار عوام کی خیر خواہی اور ملک کی ترقی کے لئے ہو تو ملکوں کی تاریخ گواہ ہے کہ یہ بہت بڑی نعمت ہے ـــــ رب کریم اس ملک اور یہاں کے عوام کو ہر شر سے اپنی پناہ میں رکھے اور ہر خیر سے نوازے، آمین۔

اللھم انا نسئلک الخیر کلہ ونعوذبک من الشر کلہ، انک سمیع قریب مجیب

قارئین ''البلاغ'' کے لیے ضروری اعلان

☆ ماہنامہ ''البلاغ'' کے اکثر قارئین کی مدت خریداری ماہ ذی الحجہ ۱۴۳۹ھ کے شمارے پر ختم ہورہی ہے، اُن سے درخواست ہے کہ آئندہ اسلامی سالِ نو محرم الحرام ۱۴۴۰ھ تا ذی الحجہ ۱۴۴۰ھ کا سالانہ زرِتعاون بذریعہ عام ڈاک مبلغ (=/۴۰۰) چارسو روپے اور بذریعہ رجسٹرڈ ڈاک ترسیل کے لئے (=/۵۵۰) پانچ سو پچاس روپے جلد از جلد روانہ فرمائیں تاکہ منی آرڈر تاخیر سے موصول ہونے کی وجہ سے جو دفتری مشکلات پیش آتی ہیں ان کا سدّ باب ہوسکے۔

☆ ایسے حضرات جو ماہنامہ ''البلاغ'' کی خریداری خدانخواستہ جاری رکھنا نہیں چاہتے اُن سے بھی درخواست ہے کہ اپنے خریداری نمبر کے حوالے کے ساتھ دفتر ''البلاغ'' کو جلد از جلد مطلع فرمائیں۔

☆ ماہنامہ ''البلاغ'' آئندہ جاری رکھنے یا نہ رکھنے کے بارے میں کوئی اطلاع موصول نہ ہونے کی صورت میں یہ سمجھا جائے گا کہ آپ سالانہ زرِتعاون بذریعہ وی۔پی ادا کرنا چاہتے ہیں، ایسی صورت میں محرم الحرام ۱۴۴۰ھ کا شمارہ بذریعہ وی۔پی (V-P)=/Rs.425 روانہ کیا جائے گا۔ جس کا وصول کرنا آپ کا دینی اور اخلاقی فرض ہوگا۔

☆ غیر ملکی ممبران سے بھی درخواست ہے کہ وہ ادارے کے ساتھ تعاون کرتے ہوئے خریداری کی مدت ختم ہوتے ہی پہلے صفحہ پر شائع شدہ سالانہ زرِتعاون کی شرح کے مطابق زرِ سالانہ روانہ فرمائیں۔

☆ منی آرڈر روانہ کرتے وقت نیز ادارے سے کسی بھی قسم کی خط و کتابت یا رابطہ کی صورت میں لفافے پر درج اپنے ''خریداری نمبر'' کا حوالہ ضرور دیں۔

☆ سالانہ زرِتعاون براہ راست (ON-LINE) میزان بینک لمیٹڈ دارالعلوم برانچ کراچی، ٹائیٹل اکاؤنٹ البلاغ اردو کے اکاؤنٹ نمبر 9928-0100569829 میں جمع کرانے کی صورت میں بینک ڈپازٹ سلپ نمبر اور اپنے خریداری نمبر سے دفتر البلاغ کو بذریعہ ٹیلی فون ضرور مطلع فرمائیں۔ شکریہ

ناظم ماہنامہ ''البلاغ'' اردو

جامعہ دارالعلوم کراچی

کورنگی انڈسٹریل ایریا کراچی پوسٹ کوڈ 75180

فون نمبرز: 021-35123222، 021-35049774

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم

توضیح القرآن

آسان ترجمۂ قرآن

﴿...... ایاتھا ۱۶۵	سورۃ الانعام	...... رکوعاتھا ۲۰ ......﴾

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوۡرَ ۬ؕ ثُمَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا بِرَبِّہِمۡ یَعۡدِلُوۡنَ ﴿۱﴾ ہُوَ الَّذِیۡ خَلَقَکُمۡ مِّنۡ طِیۡنٍ ثُمَّ قَضٰۤی اَجَلًا ؕ وَاَجَلٌ مُّسَمًّی عِنۡدَہٗ ثُمَّ اَنۡتُمۡ تَمۡتَرُوۡنَ ﴿۲﴾ وَہُوَ اللّٰہُ فِی السَّمٰوٰتِ وَفِی الۡاَرۡضِ ؕ یَعۡلَمُ سِرَّکُمۡ وَجَہۡرَکُمۡ وَیَعۡلَمُ مَا تَکۡسِبُوۡنَ ﴿۳﴾

تمام تعریفیں اللہ کی ہیں جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، اور اندھیریاں اور روشنی بنائی۔ پھر بھی جن لوگوں نے کفر اپنا لیا ہے وہ دوسروں کو (خدائی میں) اپنے پروردگار کے برابر قرار دے رہے ہیں (۱) وہی ذات ہے جس نے تم کو گیلی مٹی سے پیدا کیا، پھر (تمہاری زندگی کی) ایک میعاد مقرر کردی۔ اور (دوبارہ زندہ ہونے کی) ایک متعین میعاد اسی کے پاس ہے[۱]۔ پھر بھی تم شک میں پڑے ہوئے ہو (۲) اور وہی اللہ آسمانوں میں بھی ہے، اور زمین میں بھی۔ وہ تمہارے چھپے ہوئے بھید بھی جانتا ہے، اور کھلے ہوئے حالات بھی، اور جو کچھ کمائی تم کررہے ہو، اس سے بھی واقف ہے (۳)

(۱) یعنی ایک میعاد تو ہر انسان کی انفرادی زندگی کی ہے کہ وہ کب تک جئے گا، شروع میں تو اس کا علم کسی کو نہیں ہوتا، مگر جب کوئی شخص مرجاتا ہے تو ہر ایک کو معلوم ہوجاتا ہے کہ اس کی عمر کتنی تھی۔ لیکن مرنے کے بعد جو دوسری زندگی آنے والی ہے، وہ کب آئے گی؟ اس کا علم صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔

وَمَا تَأْتِيهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ④ فَقَدْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ؕ فَسَوْفَ يَاْتِيْهِمْ اَنْۢبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ⑤ اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ مَا لَمْ نُمَكِّنْ لَّكُمْ وَاَرْسَلْنَا السَّمَآءَ عَلَيْهِمْ مِّدْرَارًا ۪ وَجَعَلْنَا الْاَنْهٰرَ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَاَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ ⑥ وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتٰبًا فِيْ قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ بِاَيْدِيْهِمْ لَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ⑦

اور (ان کافروں کا حال یہ ہے کہ) ان کے پاس ان کے پروردگار کی نشانیوں میں سے جب بھی کوئی نشانی آتی ہے، تو یہ لوگ اس سے منہ موڑ لیتے ہیں (۴) چنانچہ جب حق ان کے پاس آ گیا تو ان لوگوں نے اسے جھٹلا دیا۔ نتیجہ یہ کہ جس بات کا یہ مذاق اُڑاتے رہے ہیں، جلد ہی ان کو اس کی خبریں پہنچ جائیں گی ①۔ (۵) کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم ان سے پہلے کتنی قوموں کو ہلاک کر چکے ہیں! ان کو ہم نے زمین میں وہ اقتدار دیا تھا جو تمہیں نہیں دیا۔ ہم نے ان پر آسمان سے خوب بارشیں بھیجیں، اور ہم نے دریاؤں کو مقرر کر دیا کہ وہ ان کے نیچے بہتے رہیں۔ لیکن پھر ان کے گناہوں کی وجہ سے ہم نے ان کو ہلاک کر ڈالا، اور ان کے بعد دوسری نسلیں پیدا کیں (۶) اور (ان کافروں کا حال یہ ہے کہ) اگر ہم تم پر کوئی ایسی کتاب نازل کر دیتے جو کاغذ پر لکھی ہوئی ہوتی، پھر یہ اسے اپنے ہاتھوں سے چھو کر بھی دیکھ لیتے، تو جن لوگوں نے کفر اپنا لیا ہے وہ پھر بھی یہی کہتے کہ یہ کھلے ہوئے جادو کے سوا کچھ نہیں (۷)

---

(۱) کفار سے کہا گیا تھا کہ اگر انہوں نے ہٹ دھرمی کا رویہ جاری رکھا تو دُنیا میں بھی ان کا انجام برا ہوگا، اور آخرت میں بھی ان کو عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا۔ کفار ان باتوں کا مذاق اُڑاتے تھے۔ آیت ان کو متنبہ کر رہی ہے کہ جس بات کا وہ مذاق اُڑا رہے ہیں، عنقریب وہ ایک حقیقت بن کر ان کے سامنے آجائے گی۔

وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ ؕ وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ ﴿۸﴾ وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ ﴿۹﴾ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۱۰﴾

اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ: "اس (پیغمبر) پر کوئی فرشتہ کیوں نہیں اُتارا گیا؟" حالانکہ اگر ہم کوئی فرشتہ اتار دیتے تو سارا کام ہی تمام ہو جاتا(۱)، پھر ان کو کوئی مہلت نہ دی جاتی (۸) اور اگر ہم فرشتے ہی کو پیغمبر بناتے، تب بھی اسے کسی مرد ہی (کی شکل میں) بناتے، اور ان کو پھر ہم اسی شبہے میں ڈال دیتے جس میں اب مبتلا ہیں(۲)۔ (۹) اور (اے پیغمبر!) حقیقت یہ ہے کہ تم سے پہلے بھی بہت سے رسولوں کا مذاق اُڑایا گیا ہے، لیکن نتیجہ یہ ہوا کہ ان میں سے جن لوگوں نے مذاق اُڑایا تھا، ان کو اسی چیز نے آگھیرا جس کا وہ مذاق اُڑایا کرتے تھے۔ (۱۰)

---

(۱) یہ دُنیا چونکہ انسان کے امتحان کے لئے بنائی گئی ہے، اس لئے انسان سے مطالبہ یہ ہے کہ وہ اپنی عقل سے کام لے کر اللہ تعالیٰ پر اور اس کے بھیجے ہوئے رسولوں پر ایمان لائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی سنت یہ ہے کہ جب کوئی غیبی حقیقت آنکھوں سے دِکھا دی جاتی ہے تو اس کے بعد ایمان لانا معتبر نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی شخص موت کے فرشتوں کو دیکھ کر ایمان لائے تو اس کا ایمان قابلِ قبول نہیں۔ کفار کا مطالبہ یہ تھا کہ اگر کوئی فرشتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی لے کر آتا ہے تو وہ اس طرح آئے کہ ہم اسے دیکھ سکیں۔ قرآنِ کریم نے اس کا پہلا جواب تو یہ دیا ہے کہ اگر فرشتے کو انہوں نے آنکھ سے دیکھ لیا تو پھر مذکورہ بالا اُصول کے مطابق ان کا اِیمان معتبر نہیں ہوگا، اور پھر انہیں اتنی مہلت نہیں ملے گی کہ یہ ایمان لا سکیں۔ دوسرا جواب اگلے جملے میں ہے۔

(۲) یعنی اگر کسی فرشتے ہی کو پیغمبر بنا کر بھیجتے، یا پیغمبر کی تصدیق کے لئے لوگوں کے سامنے بھیجتے تب بھی اس کو انسانی شکل ہی میں بھیجنا پڑتا، کیونکہ کسی انسان میں یہ طاقت نہیں ہے کہ وہ کسی فرشتے کو دیکھ سکے۔ اس صورت میں پھر یہ کافر لوگ وہی اعتراض دُہراتے کہ یہ تو ہم جیسا ہی آدمی ہے۔ اس کو ہم پیغمبر کیسے مان لیں؟

☆☆☆

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مفتی اعظم پاکستان

جدید کمپیوٹرائزڈ دو کلر ایڈیشن
اعلیٰ آفسٹ پاکستانی کاغذ، اسکرین کے ساتھ
دو رنگہ دلآویز طباعت،
دو رنگہ ٹائٹل پرنٹنگ مع ایموز،
اعلیٰ اور خوبصورت مضبوط جلد۔

قیمت کامل سیٹ آٹھ جلد
4,500/-

(۱) شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمۂ قرآنِ پاک۔

(۲) حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر ''بیان القرآن'' کا خلاصہ آسان زبان میں۔

(۳) شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم کا ''آسان ترجمۂ قرآن''۔

(۴) ''معارف و مسائل'' کے عنوان سے حقائق کی دِل نشین تشریح۔

(۵) جدید ذہن کے بے شمار سوالات کا تسلی بخش جواب۔

(۶) دینی معلومات کا گراں قدر ذخیرہ، جس کا ہر پیرا ایمان کو تازگی، علم کو وسعت، نظر کو گہرائی اور دِل کو سوز عطا کرتا ہے۔

(۷) اُردو زبان میں اپنے طرز کی واحد عام فہم تفسیر، جس کا مطالعہ قرآنِ کریم کی عظمتوں سے آشنا کر کے زندگی کے ہر شعبے میں رہنمائی بخشتا ہے۔

(۸) اہلِ علم کے لئے حاشیہ میں احادیثِ مبارکہ اور تفسیری حوالہ جات کی تخریج کی گئی ہے۔

(۹) احادیثِ مبارکہ اور دیگر عربی عبارات جن پر پہلے اعراب نہیں تھے، ان پر بھی اعراب لگا دیئے گئے ہیں۔

(۱۰) فارسی و عربی اشعار و عبارات کا حاشیہ میں آسان اُردو ترجمہ کر دیا گیا ہے۔

إدارة المعارف کراچی ۱۴
احاطہ جامعہ دارالعلوم کراچی، کورنگی انڈسٹریل ایریا، کراچی پوسٹ کوڈ: 75180
فون: 021 - 35123161 , 021 - 35032020
موبائل: 0300 - 2831960
ای میل: imaarif@live.com

ادارہ

مفتیٔ اعظم پاکستان مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب ترکی میں

خلافتِ عثمانیہ کے پایۂ تخت میں پاکستانی دینی مدارس کا نظام آئیڈیل قرار

ترکی میں دینی تعلیم کے حصول کے بڑھتے ہوئے رجحان کے ساتھ پاکستانی دینی مدارس اور علماء کرام کی مقبولیت میں بھی غیر معمولی اضافہ ہورہا ہے۔ترک مسلمان اور مذہبی تعلیم کے فروغ کے لئے کوشاں ادارے پاکستانی دینی مدارس کے نظام کو مثالی قرار دے رہے ہیں۔ترکی میں پہلے سے مذہبی تعلیم کے لئے قائم مدارس میں تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ وطالبات کا شکوہ ہے کہ ملک میں قائم مذہبی تعلیم کے مدارس مطلوبہ اہداف کی تکمیل میں کامیاب نہیں ہیں جس کے باعث طلبہ وطالبات کی دینی تعلیم کی پیاس باقی رہ جاتی ہے۔ترکی میں ۲۰۰۲ء سے اسلام پسند جماعت جسٹس اینڈ ڈویلپمنٹ کے اقتدار میں رہنے سے جہاں ملک معاشی ترقی میں نمایاں مقام حاصل کررہا ہے وہیں مذہبی علوم کی تعلیم وتدریس کے میدان میں بھی غیر معمولی انقلاب رونما ہورہا ہے۔ ۱۹۲۳ء سے ۲۰۰۲ء تک سیکولرازم کے طویل دور کے باعث ترکی میں اسلامی علوم کی تعلیم کا شعبہ خاصا متاثر رہا ہے لیکن ترک صدر رجب طیب اردوان کی خصوصی کاوشوں اور انقلابی اقدامات کے باعث ایک مرتبہ پھر دینی تعلیم کا شعبہ ترقی کی راہ پر گامزن ہوگیا ہے۔عوامی سطح پر بھی دینی مدارس کی ضرورت پہلے کے مقابلے میں زیادہ شدت کے ساتھ محسوس کی جانے لگی ہے۔

ترکی میں دینی تعلیم کے لئے حکومتی سرپرستی میں ''امام خطیب'' نامی مدارس قائم ہیں، رجب طیب اردوان کے برسر اقتدار آنے کے بعد ان مدارس میں خاصی تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں۔انتظامی تبدیلیوں کے ساتھ ساتھ ان کی تعداد میں بھی غیر معمولی اضافہ ہوا ہے۔ترکی میں مدرسہ ''امام خطیب'' کے علاوہ بھی ایسے مدارس کی خاصی تعداد ہے جو مدرسہ ''امام خطیب'' سے الگ نہج اور طرز پر دینی تعلیم کے فروغ کے لئے کام کررہے

ہیں۔ایسے مدارس میں پاکستانی دینی مدارس سے تعلیم یافتہ ترک علماء کے قائم کردہ دینی مدارس کو نمایاں مقبولیت ملنے کی اطلاعات سامنے آئی ہیں۔بالخصوص پاکستان کے دینی مدارس سے تعلیم حاصل کئے ہوئے ترک علماء میں ڈاکٹر احسان شن اوجاق کے قائم کردہ مدرسہ سسٹم کے حصے میں ترکی میں نمایاں مقبولیت آئی ہے۔رواں سال ماہ شوال ۱۴۳۹ھ میں پاکستان کے دینی مدارس میں سرگرمیوں کے آغاز کے ساتھ ترک علماء نے مفتی اعظم پاکستان، جامعہ دارالعلوم کراچی کے صدر حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب، مدظلہم، کو بطور خاص ترکی کے دورے کی دعوت دی۔اس دورے میں آپ کے صاحبزادے مولانا ڈاکٹر محمد زبیر عثمانی بھی ہمراہ تھے۔مفتی اعظم پاکستان کے اس دورے کا مقصد ترکی میں قائم پاکستانی طرز کے مدرسہ سسٹم میں احادیث کی کتابوں کے اسباق کا آغاز کرانا تھا۔

باوثوق ذرائع کے مطابق مفتیٔ اعظم پاکستان ترکی کے مقبول عالم دین اور ماہر تعلیم ڈاکٹر احسان شن اوجاق کی دعوت پر ترکی کے شمال میں بحیرۂ اسود کے کنارے واقع سامسون شہر پہنچے جہاں ڈاکٹر احسان شن اوجاق کا قائم کردہ ادارہ مرکز الدراسات العلمیه والفکریه (اِفام) واقع ہے۔مفتیٔ اعظم پاکستان، مدظلہم، سے حدیث کا درس لینے کے لئے خصوصی تین روزہ تعلیمی کیمپ کا انعقاد کیا گیا جس میں سینکڑوں ترک طلبہ نے شرکت کی۔مفتیٔ اعظم پاکستان نے خصوصی طور پر حدیث کی بڑی کتابوں کے منتخب ابواب پڑھائے اور حدیث پڑھنے والے طلبہ کو حدیث کی اجازت بھی دی، ڈاکٹر احسان شن اوجاق کے قائم کردہ اس ادارے کی ترکی بھر میں سترہ شاخیں دینی علوم کے فروغ کے لئے کوشاں ہیں۔

سہ روزہ خصوصی دورۂ حدیث کے اختتام پر ترکی کے چھ روزہ دورے کے دوسرے مرحلے میں مفتیٔ اعظم پاکستان مفتی محمد رفیع عثمانی، مدظلہم، ترکی کے تاریخی شہر استنبول پہنچے، جہاں ترکی کے نامور اہل علم اور مشائخ نے ان سے خصوصی ملاقاتیں کیں۔اس موقع پر مفتیٔ اعظم پاکستان کے استنبول میں مختلف مدارس، مکاتب اور معہدوں میں بیانات بھی ہوئے۔رپورٹ کے مطابق ترک صدر، رجب طیب اردوان دفاعی ساز وسامان اور سائنس وٹیکنالوجی کے ساتھ ساتھ اپنے ملک کو دینی علوم کا بھی مرکز بنانے کے لئے کوشاں ہیں۔استنبول شہر کی ایک پہاڑی پر واقع مدرسہ "امام خطیب" ترکی کے ان ابتدائی مدارس میں سے ہے جنہیں ترک حکومت نے مساجد کے لئے ائمہ فراہم کرنے کی غرض سے بنایا تھا۔ترک صدر رجب طیب اردوان بھی اسی مدرسے میں زیر تعلیم رہے اور یہیں سے فراغت کے بعد انہوں نے عصری علوم کی تکمیل کی۔ستمبر ۲۰۱۷ء میں اردوان نے اپنی

مادرِ علمی کا دورہ کیا اور مدرسے کی تعمیر کے لئے گیارہ ملین ڈالر کی منظوری کا اعلان کیا۔ صرف اردوان ہی نہیں بلکہ حکمران جماعت کے متعدد اراکین پارلیمنٹ انہی مدارس کے تعلیم یافتہ ہیں۔ ترک حکومت نے رواں برس ملک میں" امام خطیب" طرز کے ایک سو چھبیس مدارس کی تکمیل کا اعلان کیا ہے جبکہ مزید پچاس مدارس بھی اس منصوبے کا حصہ ہیں۔ ترکی میں اسلامی تعلیم کی بڑھتی ہوئی مقبولیت سے پریشان مغربی حمایت یافتہ ادارے اس سلسلے پر تنقید کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے، تاہم ترک وزیر تعلیم نے ایسے ہی ایک اجتماع میں میڈیا کے سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ حکومت صرف وہی کر رہی ہے جس کا ترک عوام مطالبہ کر رہے ہیں، ہم کسی کے سر پر زبردستی کوئی بھی نظام تھوپنے کے حق میں نہیں ہیں۔ (بشکریہ روزنامہ "اوصاف") 17، جولائی 2018ء

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب، دامت برکاتہم
نائب رئیس ——— جامعہ دارالعلوم کراچی

یادیں

(گیارہویں قسط)

شعر وادب سے مناسبت کا آغاز

حضرت مولانا سحبان محمود صاحب، قدس سرہ، نے ان اسباق کی تعلیم کے ساتھ شعروادب کا ذوق بھی اُسی زمانے سے میری گھٹی میں ڈال دیا تھا۔ حضرتؒ بذات خود بہترین شعر کہتے تھے، اور درس کے دوران اپنے پسندیدہ اشعار نہ صرف سناتے، بلکہ ان کی ادبی لطافتوں پر اس طرح بات کرتے کہ شعر کا صحیح مطلب سمجھ میں آتا، اور اُس کا لطف محسوس ہوتا تھا۔ پھر ایک موقع پر انہوں نے یہ سلسلہ بھی شروع کیا کہ ایک مصرع طرح دیدیتے، اور ہم سے کہتے کہ اس پر شعر کہو۔ چنانچہ ہم اپنی بساط کے مطابق تُک بندی کر کے حضرتؒ کو دکھاتے، اور وہ اُس کی اصلاح فرماتے۔

دوسری طرف میں پہلے لکھ چکا ہوں کہ ہمارے گھر کا ماحول بھی شعروادب کا ماحول تھا۔ حضرت والد صاحب، قدس سرہ، صرف اردو ہی میں نہیں، عربی اور فارسی میں بھی شعر کہتے تھے، ہمارے سب سے بڑے بھائی حضرت زکی کیفی صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، تو باقاعدہ شاعر تھے، اور اُن کی وجہ سے گھر میں بڑے بڑے شعراء کی آمد ورفت بھی رہتی تھی۔ ہماری بہنوں کو بھی شعروشاعری کا خاص ذوق تھا، اور جناب محمد ولی رازی صاحب بھی شعر کہتے تھے۔ اس لئے گھر میں ہماری دلچسپی اور تفریح کا سامان یہ تھا کہ جب سارے بہن بھائی جمع ہوتے تو کبھی بیت بازی شروع ہوجاتی، کبھی کسی نے کوئی اچھی نظم یا غزل کہیں دیکھی یا سُنی ہوتی تو وہ دوسروں کو سُناتا، اور سب اُس سے لطف اندوز ہوتے۔ کبھی کوئی ادبی مضمون سب مل کر پڑھتے، اور کبھی چھوٹی آپا ہم سب کو حفیظ جالندھری کا شاہنامہ اسلام سُنایا کرتیں جسے ہم بڑے ذوق وشوق سے سنتے تھے۔

اس سارے پس منظر میں بچپن ہی سے مجھے شعروادب کا شوق ہوگیا تھا، اور میری عمر ابھی نو سال ہی کی

تھی کہ مجھے بہت سی نظمیں اورغزلیں زبانی یاد ہوگئی تھیں۔اُس زمانے میں بچوں کا ایک رسالہ "ساتھی" کے نام سے نکلا کرتا تھا۔میرے بڑے بھائی جناب محمد رضی صاحب ،رحمۃ اللہ علیہ، نے وہ رسالہ میرے نام جاری کروادیا تھا، اوراُسے پا کر میں خوشی سے پھولا نہ سماتا تھا۔ہر مہینے مجھے اُس کا انتظار رہتا، اور مہینے کے شروع میں ڈاکیہ کا انتظار اُسی کی وجہ سے رہا کرتا تھا۔اور جب وہ آجاتا، تو جب تک میں اُسے اول سے آخر تک پڑھ نہ لیتا، چین نہیں آتا تھا۔اُسی سے میرے دل میں یہ شوق پیدا ہوا کہ میں بھی کچھ لکھوں۔میری وہ بہن جنہیں ہم چھوٹی آپا کہتے تھے، اس کام میں میری خاص ہمت افزائی کرتیں۔اُس زمانے کے رسالوں میں قلمی دوستی کا ایک سلسلہ ہوا کرتا تھا۔بچے اپنے نام اور پتے رسالوں میں شائع کراتے، اوردوسرے بچوں کو دعوت دیتے کہ اُن سے خط وکتابت کے ذریعے دوستی کریں۔جب اُس رسالے میں قلمی دوستی کا سلسلہ شروع ہوا، تو میری بہن نے مجھے مشورہ دیا کہ میں ان میں سے کسی کو خط لکھنا شروع کروں۔اس سے مجھے لکھنے کی مشق ہوگی۔ چنانچہ میں نے اُن ناموں پر نظر ڈالی جو قلمی دوستی چاہتے تھے۔ان ناموں میں مجھے جو نام سب سے زیادہ پسند آیا، وہ "مجاہد" تھا۔پتہ دیکھنے سے معلوم ہوا کہ وہ افریقہ کے شہر نیروبی میں رہتے ہیں جو اُس وقت ٹانگانیکا کا دارالحکومت تھا۔(بعد میں ٹانگانیکا کا نام کینیا ہوگیا)۔میں نے صرف "مجاہد" کے لفظ سے محبت کی بنا پر قلمی دوستی کے لئے انہی کو منتخب کیا، اور ایک اُلٹا سیدھا خط لکھ کر چھوٹی آپا کو دکھایا۔انہوں نے اُس میں اصلاح کرکے اُسے ایک قاعدے کا خط بنادیا، اور میں نے وہ ڈاک کے سپرد کردیا، اور اُس کا جواب بھی آگیا۔کچھ دنوں تک یہ قلمی دوستی جاری رہی۔اپنے اس اَن دیکھے دوست کو ابتدائی طور پر میں خط لکھتا، اور چھوٹی آپا اُس پر نظر ثانی کرکے اُس میں ادبی چاشنی پیدا کردیتیں، اوراس طرح رفتہ رفتہ مجھے بھی لکھنے کا کچھ سلیقہ آنے لگا۔

اُسی زمانے میں روزنامہ "جنگ" میں مراسلات کے کالموں میں لوگ کسی نہ کسی موضوع پر کوئی نہ کوئی بحث چھیڑ دیا کرتے تھے، اوراُس موضوع پر دونوں طرف سے مراسلے شائع ہوتے رہتے تھے۔ایک مرتبہ یہ فضول سی بحث چھڑگئی کہ عورت شاعر ہوسکتی ہے یا نہیں؟ چھوٹی آپا نے مجھ سے کہا کہ تم بھی ایک مراسلہ لکھدو۔میں نے حکم کی تعمیل میں ایک مراسلہ لکھا اور وہ "جنگ" میں "صنف نازک اورشاعری" کے عنوان سے شائع ہوا۔یہ میری پہلی تحریر تھی جو کہیں شائع ہوئی۔اس کے بعد ایک مرتبہ یہ بحث چھڑی کہ پاکستان کے کرنسی نوٹوں پر قائداعظم کی تصویر ہونی چاہئے یا نہیں؟ میں نے "نوٹوں پر تصویر" کے عنوان سے مراسلہ لکھا

جس میں یہ موقف اختیار کیا کہ تصویر جائز نہیں ہے، اور اس سے شخصیت پرستی کی بنیاد پڑتی ہے، اس لئے ہمارے نوٹوں پر کوئی تصویر نہیں ہونی چاہئے۔ نیز ایک مرتبہ یہ بحث چھڑی کہ ملک میں مخلوط تعلیم ہونی چاہئے یا نہیں۔ اس موقع پر بھی میں نے مخلوط تعلیم کے خلاف دلائل پر مشتمل ایک مراسلہ لکھا۔ یہ تمام مراسلے "جنگ" میں شائع ہوتے رہے، اور ان سب میں میری چھوٹی آپا کی نہ صرف پشت پناہی، بلکہ اصلاح وترمیم بھی شامل ہوتی تھی۔ اور اس طرح اگر میں یہ کہوں تو شاید غلط نہیں ہوگا کہ میری قلمی کاوشوں کی بنیاد اُنہی کی تعلیم وتربیت اور ہمت افزائی کا نتیجہ تھی۔ میری عمر اُس وقت دس سال تھی۔ جب ان کی شادی ۲۷ فروری ۱۹۵۳ء لاہور میں مقیم جناب شفقت علی صاحب مرحوم سے ہوئی۔ اتفاق سے جس دن ان کا نکاح تھا، اُس دن ملک بھر میں تحریک ختم نبوت اپنے شباب پر پہنچی ہوئی تھی، اور آرام باغ میں اُس روز ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہورہا تھا جس سے حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری، رحمۃ اللہ علیہ، خطاب کررہے تھے، اور ملک کے اکابر علماء کی گرفتاریاں جاری تھیں۔ حضرت والد ماجد، رحمۃ اللہ علیہ، کی گرفتاری کی بھی خبر گرم تھی، اور یہ پتہ نہیں تھا کہ وہ اپنی بیٹی کے نکاح میں شریک ہوسکیں گے یا نہیں، لیکن آخر کار اللہ تعالیٰ نے انہیں محفوظ رکھا، اور نکاح بخیر وخوبی انجام پاگیا۔

اور مجھے یاد ہے کہ جب چھوٹی آپا گھر سے رخصت ہوئیں، تو میں ہفتوں اُنہیں یاد کرکے روتا رہا۔ وہ سال میں ایک مرتبہ کراچی آیا کرتیں تو وہ دن میرے لئے عید کے دن ہوتے تھے۔ چنانچہ میں نے کافی عرصے کے بعد ان کے بارے میں اپنے جذبات کا اظہار ایک نظم میں کیا جس میں کہا تھا:

چھوٹی آپا! مری اس نظم کا عنواں تم ہو
تم ہو اس بزم کی تزیین کا ساماں تم ہو

حضرتِ والدِ ماجد کی نگاہوں کا سرور
والدہ کے رُخِ پُر نور کی افشاں تم ہو

تم سے بہنوں کے دلوں میں ہے طرب نغمہ سرا
بھائیوں کے لئے ہر درد کا درماں تم ہو

مہر و الفت کے جہاں پھول مہکتے ہیں سدا
ہاں وہ گلشن، وہ گلستاں، وہ خیاباں تم ہو

جس جگہ شور ہے انسانوں کی افزونی کا
اُس جہاں میں بھی جو ملتا نہیں انساں، تم ہو
بے رخی اور لگاوٹ کے ان اندھیاروں میں
روشنی جس سے ہے ،وہ شمعِ فروزاں، تم ہو
تم سے ہے میری نظر میں رُخِ ہستی پہ نکھار
جس سے ہے بزمِ محبت میں چراغاں، تم ہو
تم سے چونک اُٹھتی ہیں ارمانوں کی نورس کلیاں
عید کا چاند ہو تم، صبحِ بہاراں تم ہو!
لوریوں میں بھی مجھے درس دیئے ہیں تم نے
ہاں مری بہن ،مری دوست، مری ماں تم ہو!

جب میں نے یہ نظم ان کی کراچی آمد کے موقع پر انہیں سنائی تو لاہور واپس جا کر اُنہوں نے اس کے جواب میں اسی بحر اور قافیے میں مجھے یوں جواب دیا:

چھوٹے بھائی !مری اس نظم کا عنواں تم ہو
آنکھ کا نور ہو، تسکینِ دل وجاں تم ہو
تم سے میکے کی فضاؤں میں ہے اک کیفِ نشاط
کیا چمن زار ہے وہ جس کی بہاراں تم ہو!
آنکھ کا نور ہو ، والد کے جگر کی راحت،
والدہ کے لئے تسکین کا ساماں تم ہو!
بھائی کے خونِ شجاعت میں حرارت تم سے
اور بہنوں کا مچلتا ہوا ارماں تم ہو

سب سے چھوٹے ہو، تمہیں پیار ہے سب کا حاصل

ہے دلوں پر بھی حکومت ، وہ سلیماں تم ہو

دیکھ کر تم کو مرے دور ہوں سب رنج ومحن

بھول جاؤں جسے پاکر غمِ دوراں تم ہو!

ہیں مرے گلشنِ ہستی میں بہاریں تم سے

کِشتِ دل جس سے ہے سیراب وہ باراں تم ہو

تم سے کھلتے ہیں یہ ارمانوں کے نورس غنچے

جس میں یہ پھول مہکتے ہیں ، وہ داماں تم ہو

دل ہے یا علم کے انوار کا آئینہ ہے!

درس دیتا ہو جو پیہم ، وہ دبستاں تم ہو

جہل والحاد کے بڑھتے ہوئے اندھیاروں میں

روشنی جس سے ہے وہ شمعِ فروزاں تم ہو

الغرض حمد اُسی ذات کی زیبا ہے مجھے

جس کا انعام ہو تم ، رحمتِ یزداں تم ہو

میری عمر جب بارہ سال پوری ہوئی ، تو شوال ۱۳۷۴ھ سے دارالعلوم میں ہمارا نیا تعلیمی سال شروع ہورہا تھا۔ اس سال (یعنی ۱۳۷۴ھ و ۱۳۷۵ھ) میں بھی شرح جامی ، مقامات حریری ، کنزالدقائق ، اصول الشاشی ، شرح جامی ، قطبی ، شرح تہذیب اور البلاغۃ الواضحۃ ، تمام کتابیں حضرت مولانا سحبان محمود صاحب ، رحمۃ اللہ علیہ ، ہی کے پاس رہیں ، اور ہم ان کے ناقابل فراموش اندازِ تدریس سے مستفید ہوتے رہے۔ حضرت ، رحمۃ اللہ علیہ ، کے بارے میں میں پہلے عرض کرچکا ہوں کہ ان کو اس زمانے میں شعروادب سے بڑی دلچسپی تھی ، اور وہ خود اعلیٰ پائے کے شعر کہتے تھے۔ شرح جامی جیسی کتاب میں بھی وہ اپنے اس ذوق سے رنگ بھرتے رہتے تھے۔ اس سال جب ہم نے " البلاغۃ الواضحۃ " ان سے پڑھی تو ان کے اس ذوق نے اُس کا لطف دوبالا

کردیا۔خود "البلاغة الواضحة "بہترین ادبی شہ پاروں سے بھری ہوئی ہے۔اُس پر حضرتؒ فصاحت وبلاغت کے مسائل کی مثالیں اردو شاعری کے حوالوں سے بھی دیتے ،جس کی وجہ سے پورا درس گل وگلزار ہوجاتا تھا۔مثلاً مجھے یاد ہے کہ " تعقید معنوی " کی مثال دیتے ہوئے انہوں نے مومن کا یہ شعر سنایا تھا:

خیالِ خواب راحت ہے علاج اس بدگمانی کا

وہ ظالم قبر میں مومن مرا شانہ ہلاتا ہے

حضرت نے فرمایا کہ دراصل اس شعر کے پہلے مصرعے میں "علاج اس بدگمانی کا؟ "جملہ استفہامیہ ہے،اور جب تک اس پر علامت استفہام نہ لگائی جائے ،یا سوالیہ لہجے میں اُس کو نہ پڑھا جائے ،اُس کا مطلب سمجھ میں نہیں آتا۔غرض اس طرح ہم نے ان کے ادبی ذوق سے خوب خوب استفادہ کیا۔

شام کو ہم گھر آتے، تو مغرب تک برنس گارڈن یا پولو گراؤنڈ میں کچھ تفریح کرنے کے بعد اپنے اسباق کی تیاری اور مطالعہ میں مصروف رہتے ۔اور پھر ہمارے گھر میں بہن بھائیوں کا اجتماع ہوتا جس میں اکثر بیت بازی کا مقابلہ ہوا کرتا تھا، اور اس مقابلے کے شوق میں مجھے زیادہ سے زیادہ شعر یاد کرنے کا شوق ہوا۔اسی زمانے میں حفیظ جالندھری کا شاہنامۂ اسلام گھر میں آیا تو ہم سب چھوٹی آپا کے اردگرد بیٹھ جاتے، اور وہ ہمیں ایک رواں دواں ترنم کے ساتھ شاہنامہ سنایا کرتیں جس کی آواز آج بھی کانوں میں گونجتی ہے۔ مجھے شاہنامے سے اتنا لگاؤ ہوگیا تھا کہ اُس کے صفحے کے صفحے زبانی یاد ہوگئے تھے، اور سچی بات یہ ہے کہ غزوۂ بدر، غزوۂ احد اور غزوۂ احزاب کے تفصیلی واقعات میں نے کتابوں میں بعد میں پڑھے،لیکن سب سے پہلے شاہنامے ہی کے ذریعے معلوم ہوئے تھے۔

اس کے علاوہ کبھی کوئی اچھی دینی یا ادبی کتاب لے آتا ،تو سب اجتماعی طور پر اُس کے مطالعے سے لطف اندوز ہوتے تھے۔کبھی مولانا مناظر احسن گیلانی ،رحمۃ اللہ علیہ، کی "النبی الخاتم ﷺ " پڑھی جارہی ہے، کبھی مولانا ابوالکلام آزادؒ کی "غبار خاطر "،کبھی حضرت مولانا اصغر حسین صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، کی "خواب شیریں "اور کبھی پطرس بخاری مرحوم کے مزاحیہ مضامین۔غرض بہن بھائیوں کی یہ مجلس بڑی رنگارنگ ہوتی تھی ۔اور اگر کبھی حضرت والد صاحب ،رحمۃ اللہ علیہ، کو فرصت ملتی ،تو پھر ہمیں کسی اور مشغلے کی ضرورت نہیں تھی ۔ان کے ساتھ جو وقت بھی ملتا، وہ بڑا شگفتہ اور پُر بہار ہوتا۔حضرت والد صاحب ،رحمۃ اللہ علیہ، ہم میں

گھل مل جاتے ، اور کبھی ہمیں اپنے بزرگوں کے واقعات سناتے ، کبھی تاریخ اسلام کے واقعات ، کبھی اپنی روزمرہ کی ان مصروفیات سے باخبر فرماتے جو ہماری سمجھ کے دائرے میں آسکتی ہوں۔

اُس وقت ریڈیو پاکستان سے بھی بعض اوقات بڑے مفید پروگرام ہوا کرتے تھے۔صبح کا آغاز قاری زاہر قاسمی صاحب مرحوم کی تلاوت اوراس کے بعد حضرت مولانا احتشام الحق صاحب تھانوی، رحمۃ اللہ علیہ، کے مسلسل درس قرآن سے ہوتا تھا، اور جمعہ کے دن اُس وقت کے ریڈیو پاکستان کے ڈائرکٹر ذوالفقار علی بخاری صاحب مرحوم کی درخواست پر حضرت والد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، کا " معارف القرآن " کا درس ہوتا تھا۔اُس کے بعد کے پروگراموں میں بھی اُس طرح کی بے ہودگی کم ہوتی تھی جیسی آجکل ریڈیو ٹی وی میں دکھائی دیتی ہے۔ پروگراموں میں ادبی عنصر اچھا خاصا ہوتا تھا، اور دلچسپ اور معلوماتی سلسلے جاری رہتے تھے۔ "چیستاں" کا کھیل جس میں معلومات عامہ کا مقابلہ ہوتا تھا، ہم نے ریڈیو ہی سے سیکھا تھا۔اسی ریڈیو پر ہر ہفتے طرحی مشاعرہ ہوا کرتا تھا، جس میں ملک کے نامور شعراء حصہ لیتے تھے۔حفیظ جالندھری، ادیب سہارن پوری، حمایت علی شاعر، شاعر لکھنوی، ماہر القادری، رئیس امروہوی، قمر جلالوی، ارم لکھنوی، تقریباً ہر ہفتے اس طرحی مشاعرے میں اپنا تازہ کلام سُناتے ، اور ہم سب بہن بھائی اُسے بڑے شوق سے سنتے تھے۔کبھی ہندوستان سے بھی شعراء آئے ہوئے ہوتے تو انہیں بھی مدعو کیا جاتا۔چنانچہ جناب جگر مرادآبادی ، شکیل بدایونی، اور جگن ناتھ آزاد کو بھی ہم نے پہلی بار اسی مشاعرے میں سنا تھا۔

اب خیال آتا ہے کہ اُس وقت ہمارے تفریحی مشغلے بھی علمی اور ادبی نوعیت کے ہوتے تھے جن سے معلومات بھی بڑھتی تھیں ، اور علمی اور ادبی ذوق بھی پروان چڑھتا تھا۔انہی مجلسوں کی بدولت مجھے کتابوں کا شوق پیدا ہوا۔

☆☆☆

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم
ضبط وترتیب: مولانا عبداللہ میمن

برکت اور فضیلت والے دس روز

عارف باللہ حضرت ڈاکٹر محمد عبدالحیٔ عارفی قدس اللہ سرہ کے مکان پر عشرۂ ذی الحجہ اور قربانی وحج کے فضائل ومسائل پر مشتمل حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم کا مفصل اور بصیرت افروز خطاب استفادے اور عمل کے لیے شائل اشاعت ہے۔ ادارہ

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم: أما بعد أعوذ بالله من الشیطان الرجیم، بسم الله الرحمن الرحیم. وَالْفَجْرِ وَلَیَالٍ عَشْرٍ، وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ وَاللَّیْلِ اِذَا یَسْر هَلْ فِیْ ذٰلِکَ قَسَمٌ لِذِیْ حِجْرٍ (سورة الفجر: آیت ا تا ۵) **آمنت بالله صدق الله مولانا العظیم وصدق رسوله النبی الامی الکریم، ونحن علی ذلک من الشاهدین والشاکرین، والحمد لله رب العالمین.**

یہ مقام ایک منارۂ نور تھا: آج ایک عرصۂ دراز کے بعد ایک اجتماع کی صورت میں یہاں حاضری کی سعادت مل رہی ہے، یہاں بیٹھتے ہوئے کچھ لب کشائی، ایک صبر آزما جسارت معلوم ہوتی ہے، کیونکہ اس مقام پر ہم سب لوگ ایک مستفیض اور سامع کی حیثیت سے آیا کرتے تھے، اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس مقام کو ہمارے لیے ایک منارۂ نور بنایا تھا، جہاں سے اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل سے دین کے حقائق ومعارف حضرت والا، قدس اللہ سرہ، کی زبانی سننے اور سمجھنے کا موقع ملتا تھا، اس مقام پر جہاں ایک سامع اور مستفیض کی حیثیت سے میری حاضری ہوتی تھی، وہاں کسی وعظ وتقریر کی صورت میں لب کشائی صبر آزما معلوم ہوتی ہے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ ہمارے پاس جو کچھ بھی ہے وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل وکرم سے حضرت والا، قدس اللہ تعالیٰ سرہ، ہی کا فیض ہے اور جو بات دل میں آئے یا زبان پر آئے یہ سب ان کی عنایت، شفقت کا نتیجہ ہے، ان کا بے پایاں کرم تھا کہ ہم جیسے لوگوں کو ہماری طلب کی انتظار کے بغیر اور کسی

استحقاق کے بغیر بار بار وہ باتیں سنا گئے، اور کانوں میں ڈال گئے، اور دل میں بٹھا گئے، جو ان شاء اللہ رہتی دنیا تک محفوظ رہیں گی، اس لیے اپنے برادر مکرم جناب محترم بھائی حسن عباس صاحب دامت برکاتہم کے حکم کی تعمیل میں یہ صبر آزما فریضہ ادا کر رہا ہوں۔

دس راتوں کی قسم: چونکہ ذی الحجہ کا مہینہ شروع ہو چکا ہے اور عشرہ ذی الحجہ کا آغاز ہے، اس لیے خیال ہوا کہ کچھ باتیں اسی عشرہ ذی الحجہ کے متعلق عرض کر دی جائیں، یہ عشرہ جو یکم ذی الحجہ سے شروع ہوا، اور دس ذی الحجہ پر جس کی انتہا ہوگی، یہ سال کے بارہ مہینوں میں بڑی ممتاز حیثیت رکھتا ہے، اور پارۂ عم میں سورۂ فجر ہے۔ "وَالْفَجْرِ وَلَيَالٍ عَشْرٍ" اس میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے دس راتوں کی قسم کھائی ہے، اللہ تعالیٰ کو کسی بات کا یقین دلانے کے لیے قسم کھانے کی ضرورت نہیں، لیکن کسی چیز پر اللہ تعالیٰ کا قسم کھانا اس چیز کی عزت اور حرمت پر دلالت کرتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس سورۂ فجر میں جن دس راتوں کی قسم کھائی ہے، اس کے بارے میں مفسرین کی ایک بڑی جماعت نے یہ کہا ہے کہ اس سے مراد ذی الحجہ کی ابتدائی دس راتیں ہیں۔ اس سے ان دس راتوں کی عزت، عظمت اور حرمت کی نشان دہی ہوتی ہے۔

دس ایام کی فضیلت: اور خود نبی کریم سرور دو عالم ﷺ نے ایک ارشاد میں واضح طور پر ان دس ایام کی اہمیت اور فضیلت بیان فرمائی ہے، یہاں تک فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو عبادت کے اعمال کسی دوسرے دن میں اتنے محبوب نہیں ہیں جتنے ان دس دنوں میں محبوب ہیں، خواہ وہ عبادت نفلی نماز ہو، ذکر یا تسبیح ہو، یا صدقہ خیرات ہو[1]، اور یہ بھی فرمایا کہ ——— اگر ان ایام میں کوئی شخص ایک دن روزہ رکھے تو ایک روزہ ثواب کے اعتبار سے ایک سال کے روزوں کے برابر ہے، یعنی ایک روزے کا ثواب بڑھا کر ایک سال کے روزوں کے ثواب کے برابر کر دیا جاتا ہے، اور فرمایا ان دس راتوں میں ایک رات کی عبادت لیلۃ القدر کی عبادت کے برابر ہے، یعنی اگر ان راتوں میں سے کسی بھی ایک رات میں عبادت کی توفیق ہوگئی تو گویا کہ اس کو لیلۃ القدر میں عبادت کی توفیق ہوگئی، اس عشرۂ ذی الحجہ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اتنا بڑا درجہ عطا فرمایا ہے[2]۔

---

(۱) صحیح البخاری، کتاب العیدین، باب فضل العمل فی ایام التشریق: حدیث نمبر ۹۶۹۔
(۲) سنن ترمذی، کتاب الصوم، باب ماجاء فی العمل فی أیام التشریق، حدیث نمبر ۷۵۸۔

ان ایام کی دو خاص عبادتیں: ان ایام کی اس سے بڑی اور کیا فضیلت ہوگی کہ وہ عبادتیں جو سال بھر کے دوسرے ایام میں انجام نہیں دی جاسکتیں، ان کی انجام دہی کے لیے اللہ تعالیٰ نے اسی زمانے کو منتخب فرمایا ہے، مثلاً حج ایک ایسی عبادت ہے جو ان ایام کے علاوہ دوسرے ایام میں انجام نہیں دی جاسکتی اور دوسری عبادتوں کا یہ حال ہے کہ فرائض کے علاوہ جب چاہے نفلی عبادت کرسکتا ہے مثلاً نماز پانچ وقت کی فرض ہے لیکن ان کے علاوہ جب چاہے نفلی نماز پڑھنے کی اجازت ہے، رمضان میں روزہ فرض ہے، لیکن نفلی روزہ جب چاہے رکھیں، زکوۃ سال میں ایک مرتبہ فرض ہے لیکن نفلی صدقہ جب چاہیں ادا کردیں، لیکن دو عبادتیں ایسی ہیں کہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے وقت مقرر فرمادیا ہے، ان اوقات کے علاوہ دوسرے اوقات میں اگر ان عبادتوں کو کیا جائے گا تو وہ عبادت ہی شمار نہیں ہوگی، ان میں سے ایک عبادت حج ہے، حج کے ارکان مثلاً عرفات میں جا کر ٹھرنا، مزدلفہ میں رات گزارنا، جمرات کی رمی کرنا وغیرہ یہ ارکان واعمال ایسے ہیں کہ اگر انہی ایام میں ان کو انجام دیا جائے تو عبادت ہے دوسرے دنوں میں اگر کوئی شخص عرفات میں دس دن ٹھہرے تو یہ کوئی عبادت نہیں، دوسرے دنوں میں کوئی شخص مزدلفہ میں جا کر دس راتیں گزارے تو یہ کوئی عبادت نہیں، جمرات سال بھر کے بارہ مہینے تک منیٰ میں کھڑے ہیں، لیکن دوسرے ایام میں کوئی شخص جا کر ان کو کنکریاں مار دے تو یہ کوئی عبادت نہیں، تو حج جیسی اہم عبادت کے لے اللہ تعالیٰ نے ان ہی ایام کو مقرر فرمادیا، اگر بیت اللہ کا حج ان ایام میں انجام دوگے تو عبادت ہوگی اور اس پر ثواب ملے گا۔

دوسری عبادت قربانی ہے، قربانی کے لیے اللہ تعالیٰ نے ذی الحجہ کے تین دن یعنی دس، گیارہ اور بارہ تاریخ کے مقرر فرمادیئے ہیں، ان ایام کے علاوہ اگر کوئی شخص قربانی کی عبادت کرنا چاہے تو نہیں کرسکتا، حتی کہ اگر نفلی قربانی کرنا چاہے تو وہ بھی نہیں کرسکتا، البتہ اگر کوئی شخص صدقہ کرنا چاہے تو بکرا ذبح کرکے اس کا گوشت صدقہ کرسکتا ہے لیکن یہ قربانی کی عبادت ان تین دنوں کے سوا کسی اور دن میں انجام نہیں پاسکتی، اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس زمانے کو یہ امتیاز بخشا ہے، اسی وجہ سے علماء کرام نے ان احادیث کی روشنی میں یہ لکھا ہے کہ رمضان المبارک کے بعد سب سے زیادہ فضیلت والے ایام عشرۂ ذی الحجہ کے ایام ہیں۔ ان عبادتوں کا ثواب بڑھ جاتا ہے، اللہ تعالیٰ ان ایام میں اپنی خصوصی رحمتیں نازل فرماتے ہیں۔—— لیکن کچھ چیزیں خاص طور پر شارع کی طرف سے ان ایام میں مقرر کردی گئی ہیں، ان کو بیان کردینا یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے:

بال اور ناخن نہ کاٹنے کا حکم: ذی الحجہ کا چاند دیکھتے ہی جو حکم سب سے پہلے ہماری طرف متوجہ ہوجاتا ہے، وہ ایک عجیب وغریب حکم ہے، وہ یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب تم میں سے کسی کو قربانی کرنی ہو تو جس وقت وہ ذی الحجہ کا چاند دیکھے اس کے بعد اس کے لیے بال کاٹنا اور ناخن کاٹنا درست نہیں، چونکہ یہ حکم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے، اس واسطے اس عمل کو مستحب قرار دیا گیا ہے کہ آدمی اپنے ناخن اور بال اس وقت تک نہ کاٹے جب تک قربانی نہ کرلے[1]۔

ان کے ساتھ تھوڑی سی شباہت اختیار کرلو: بظاہر یہ حکم عجیب وغریب معلوم ہوتا ہے کہ چاند دیکھ کر بال اور ناخن کاٹنے سے منع کردیا گیا ہے، لیکن بات دراصل یہ ہے کہ ان ایام میں اللہ تعالیٰ نے حج کی عظیم الشان عبادت مقرر فرمائی، اور مسلمانوں کی ایک بہت بڑی تعداد الحمدللہ ـــــ اس وقت اس عبادت سے بہرہ اندوز ہورہی ہے، اس وقت وہاں یہ حال ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بیت اللہ کے اندر ایک ایسا مقناطیس لگا ہوا ہے، جو چاروں طرف سے فرزندانِ توحید کو اپنی طرف کھینچ رہا ہے، ہر لمحے ہزاروں افراد اطرافِ عالم سے وہاں پہنچ رہے ہیں اور بیت اللہ کے اردگرد جمع ہورہے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو حج بیت اللہ کی ادائیگی کی یہ سعادت بخشی ہے، ان حضرات کے لیے یہ حکم ہے کہ جب وہ بیت اللہ شریف کی طرف جائیں تو وہ بیت اللہ کی وردی یعنی احرام پہن کر جائیں، اور پھر احرام کے اندر شریعت نے بہت سی پابندیاں عائد کردیں، مثلاً یہ کہ سلا ہوا کپڑا نہیں پہن سکتے، خوشبو نہیں لگا سکتے، منہ نہیں ڈھانپ سکتے وغیرہ، ان میں سے ایک پابندی یہ ہے کہ بال اور ناخن نہیں کاٹ سکتے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم پر اور ان لوگوں پر جو بیت اللہ کے پاس حاضر نہیں ہیں اور حج بیت اللہ کی عبادت میں شریک نہیں ہیں، اللہ تعالیٰ کے کرم کو متوجہ فرمانے اور ان کی رحمت کا مورد بنانے کے لیے یہ فرمادیا کہ ان حجاج بیت اللہ کے ساتھ تھوڑی سی مشابہت اختیار کرلو، تھوڑی سی ان کی شباہت اپنے اندر پیدا کرلو، جس طرح وہ بال نہیں کاٹ رہے ہیں، تم بھی مت کاٹو، جس طرح وہ ناخن نہیں کاٹ رہے ہیں تم بھی مت کاٹو، یہ ان اللہ کے بندوں کے ساتھ شباہت پیدا کردی جو اس وقت حج بیت اللہ کی عظیم سعادت سے بہرہ اندوز ہورہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت بہانے ڈھونڈتی ہے: اور ہمارے حضرت والا، قدس اللہ سرہ، فرمایا کرتے

---

(۱) ابن ماجہ، کتاب الاضاحی، باب من أراد أن یضحی فلا یأخذ فی العشر من شعرہ وأظفارہ، حدیث نمبر ۳۱۸۷۔

تھے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمتیں بہانے ڈھونڈتی ہیں، جب ہمیں یہ حکم دیا کہ ان کی مشابہت اختیار کرلو، تو اس کے معنی یہ ہیں کہ ان پر جو رحمتیں نازل فرمانا منظور ہے، اس کا کچھ حصہ تمہیں بھی عطا فرمانا چاہتے ہیں، تاکہ جس وقت عرفات کے میدان میں ان اللہ کے بندوں پر رحمت کی بارشیں برسیں اس کی بدلی کا کوئی ٹکڑا ہم پر بھی رحمت برسادے، تو یہ شباہت پیدا کرنا بھی بڑی نعمت ہے، اور ہمارے حضرت والا حضرت مجذوب صاحب کا یہ شعر بکثرت پڑھا کرتے تھے کہ:

تیرے محبوب کی یارب شباہت لے کر آیا ہوں
حقیقت اس کو تو کردے میں صورت لے کر آیا ہوں

کیا بعید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس صورت کی برکت سے اسے حقیقت میں تبدیل فرمادے، رحمت کی جو گھٹائیں وہاں برسیں گی، ان شاء اللہ ثم ان شاء اللہ ہم اور آپ اس سے محروم نہیں رہیں گے۔

تھوڑے سے دھیان اور توجہ کی ضرورت ہے: ہمارے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا مذاق تو یہ تھا کہ کیا اللہ تبارک وتعالیٰ اس بناء پر محروم فرمادیں گے کہ ایک شخص کے پاس جانے کے لیے پیسے نہیں ہیں؟ کیا اس واسطے اس کو عرفات کی رحمتوں سے محروم فرمادیں گے کہ اس کو حالات نے جانے کی اجازت نہیں دی، ایسا نہیں ہے، بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں اور آپ کو بھی اس رحمت میں شامل فرمانا چاہتے ہیں البتہ تھوڑی سی توجہ اور دھیان کی بات ہے، بس تھوڑی سی توجہ کرلو کہ میں تھوڑی سی شباہت پیدا کررہا ہوں، اور اپنی صورت تھوڑی سی ان جیسی بنا رہا ہوں تو پھر اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے فضل سے ہمیں بھی اس رحمت میں شامل فرمادیں گے۔

یوم عرفہ کا روزہ: یہ ایام اتنی فضیلت والے ہیں کہ ان ایام میں ایک روزہ ثواب کے اعتبار سے ایک سال کے روزوں کے برابر ہے، اور ایک رات کی عبادت شب قدر کی عبادت کے برابر ہے، اس سے اس بات کی طرف اشارہ کردیا کہ ایک مسلمان جتنے بھی ان ایام میں نیک اعمال اور عبادت کرسکتا ہے وہ ضرور کرے اور نو ذی الحجہ کا دن عرفہ کا دن ہے، جس میں اللہ تعالیٰ نے حجاج کے لیے حج کا عظیم الشان رکن یعنی وقوف عرفہ تجویز فرمایا، اور ہمارے لیے خاص اس نویں تاریخ کو نفلی روزہ مقرر فرمایا، اور اس روزے کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عرفہ کے دن جو شخص روزہ رکھے تو مجھے اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات سے یہ امید ہے کہ اس کے ایک سال پہلے اور ایک سال بعد کے گناہوں کا

کفارہ ہوجائے گا[1]۔

صرف گناہ صغیرہ معاف ہوتے ہیں: یہاں یہ بات بھی عرض کردوں کہ جب اس قسم کی حدیثیں آتی ہیں کہ ایک سال پہلے کے گناہ معاف ہوگئے اور ایک سال آئندہ کے گناہ معاف ہوگئے، تو بعض لوگوں کے دلوں میں یہ خیال آتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ایک سال پہلے کے گناہ معاف کرہی دیئے ہیں اور ایک سال آئندہ کے بھی گناہ معاف فرمادیئے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ سال بھر کے لیے چھٹی ہوگئی، جو چاہیں کریں، سب گناہ معاف ہیں، تو خوب سمجھ لیجئے جن جن اعمال کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ یہ گناہوں کو معاف کرنے والے اعمال ہیں مثلاً وضو کرنے پر عضو کو دھوتے وقت اس عضو کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں، نماز پڑھنے کے لیے جب انسان مسجد کی طرف چلتا ہے تو ہر ایک قدم پر ایک گناہ معاف ہوتا ہے، اور ایک درجہ بلند ہوتا ہے، رمضان کے روزوں کے بارے میں فرمایا کہ جس شخص نے رمضان کے روزے رکھے اس کے تمام پچھلے گناہ معاف ہوجاتے ہیں، یاد رکھئے کہ اس قسم کی تمام احادیث میں گناہوں سے مراد گناہ صغیرہ ہوتے ہیں، اور جہاں تک کبیرہ گناہوں کا تعلق ہے تو ان کے بارے میں قانون یہ ہے کہ وہ بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتے، ویسے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے کسی کے کبیرہ گناہ بغیر توبہ کے بھی بخش دیں گے، وہ الگ بات ہے، لیکن قانون یہ ہے کہ جب تک توبہ نہیں کرلے گا، معاف نہیں ہوں گے اور پھر توبہ سے بھی وہ گناہِ کبیرہ معاف ہوتے ہیں جن کا تعلق حقوق اللہ سے ہو، اور اگر اس گناہ کا تعلق حقوق العباد سے ہے، مثلاً کسی کا حق دبالیا، کسی کا حق مارلیا ہے، کسی کی حق تلفی کرلی ہے، اس کے بارے میں قانون یہ ہے کہ جب تک صاحب حق کو اس کا حق ادا نہ کردے یا اس سے معاف نہ کرالے، اس وقت تک معاف نہیں ہوں گے، لہٰذا یہ تمام فضیلت والی احادیث جن میں گناہوں کی معافی کا ذکر ہے، وہ صغیرہ گناہوں کی معافی سے متعلق ہیں۔

تکبیرِ تشریق: ان ایام میں تیسرا عمل تکبیر تشریق ہے، جو عرفہ کے دن کی نماز فجر سے شروع ہوکر ۱۳ ر تاریخ کی عصر تک جاری رہتی ہے، اور یہ تکبیر ہر فرض نماز کے بعد ایک مرتبہ پڑھنا واجب قرار دیا گیا ہے، وہ تکبیر یہ ہے کہ ''اَللّٰہُ اَکْبَرُ ،اَللّٰہُ اَکْبَرُ، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، وَاللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ ،وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ'' اور مردوں کے

(۱) ابن ماجہ، کتاب الصوم، باب صیام یوم عرفہ، حدیث نمبر ۱۷۴۴۔

لیے اسے بلند آواز سے پڑھنا مسنون ہے، اور آہستہ آواز سے پڑھنا خلاف سنت ہے[1]۔

گنگا الٹی بہنے لگی ہے: ہمارے یہاں ہر چیز میں ایسی الٹی گنگا بہنے لگی ہے کہ جن چیزوں کے بارے میں شریعت نے کہا ہے کہ آہستہ آواز سے کہو، ان چیزوں میں تو لوگ شور مچا کر بلند آواز سے پڑھتے ہیں: مثلاً دعا کرنا ہے، قرآن کریم میں دعا کے بارے میں فرمایا ہے کہ:

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً (سورۃ الاعراف: ۵۵)

کہ آہستہ اور تضرع کے ساتھ اپنے رب کو پکارو اور آہستہ دعا کرو، چنانچہ بلند آواز سے دعا کرنے کے بجائے آہستہ آواز سے دعا کرنا افضل ہے، اور اسی دعا کا ایک حصہ درود شریف بھی ہے، اور اس کو بھی آہستہ پڑھنا زیادہ بہتر ہے، اس میں تو لوگوں نے اپنی طرف سے شور مچانے کا طریقہ اختیار کرلیا، اور جن چیزوں کے بارے میں شریعت نے کہا تھا کہ بلند آواز سے کہو، مثلاً تکبیر تشریق، جو ہر نماز کے بعد بلند آواز سے کہنی چاہیے اس کے پڑھنے کے وقت آواز ہی نہیں نکلتی، اور آہستہ سے پڑھنا شروع کردیتے ہیں۔

شوکت اسلام کا مظاہرہ: میرے والد ماجد، قدس اللہ سرہ، فرمایا کرتے تھے کہ یہ تکبیر تشریق رکھی ہی اس لیے گئی ہے کہ اس سے شوکتِ اسلام کا مظاہرہ ہو، اور اس کا تقاضہ یہ ہے کہ سلام پھیرنے کے بعد مسجد اس تکبیر سے گونج اٹھے، لہٰذا اس کو بلند آواز سے کہنا ضروری ہے۔

اسی طرح عید الاضحیٰ کی نماز کے لیے جا رہے ہوں تو اس میں بھی مسنون یہ ہے کہ راستے میں بلند آواز سے تکبیر کہتے جائیں، البتہ عید الفطر میں آہستہ آواز سے کہنی چاہیے۔

تکبیر تشریق خواتین پر بھی واجب ہے: یہ تکبیر تشریق خواتین کے لیے بھی مشروع ہے، اور اس میں عام طور پر بڑی کوتاہی ہوتی ہے، اور خواتین کو یہ تکبیر پڑھنا یاد ہی نہیں رہتا، مرد حضرات تو چونکہ مسجد میں جماعت سے نماز ادا کرتے ہیں، اور جب سلام کے بعد تکبیر تشریق کہی جاتی ہے تو یاد آجاتا ہے، اور وہ کہہ لیتے ہیں، لیکن خواتین میں اس کا رواج بہت کم ہے اور عام طور پر خواتین اس کو نہیں پڑھتیں، اگرچہ خواتین پر واجب ہونے کے بارے میں علماء کے دو قول ہیں، بعض علماء کہتے ہیں کہ واجب ہے اور بعض علماء کہتے ہیں کہ خواتین پر واجب نہیں بلکہ مستحب ہے، صرف مردوں پر واجب ہے، لیکن زیادہ صحیح قول یہ

---

(۱) مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۴ ص ۱۷۱۔

ہے کہ خواتین پر بھی یہ تکبیر واجب ہے، ان کو بھی پانچ روز تک، یوم عرفہ کی فجر سے تیرہ تاریخ کی عصر تک ہر نماز کے بعد یہ تکبیر کہنی چاہئے اور خواتین کو یہ مسئلہ بتانا چاہئے اور چونکہ خواتین کو اس کا پڑھنا یاد نہیں رہتا، اس لیے میں کہا کرتا ہوں کہ خواتین گھر میں جس جگہ نماز پڑھتی ہیں، وہاں یہ دعا لکھ کر لگالیں تاکہ ان کو یہ تکبیر یاد آجائے، اور سلام کے بعد کہہ لیں، اس لیے کہ صحیح قول کے مطابق عورتوں پر بھی ایک مرتبہ اس تسبیح کا پڑھنا واجب ہے (۱)۔

قربانی دوسرے ایام میں نہیں ہوسکتی: سب سے افضل عمل جو اللہ تعالیٰ نے ایام ذی الحجہ میں مقرر فرمایا ہے وہ قربانی کا عمل ہے، اور جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ یہ عمل سال کے دوسرے ایام میں انجام نہیں دیا جاسکتا، صرف ذی الحجہ کی ۱۰، ۱۱، اور ۱۲ تاریخ کو انجام دیا جاسکتا ہے، ان کے علاوہ دوسرے اوقات میں آدمی چاہے کتنے جانور ذبح کرلے، لیکن قربانی نہیں ہوسکتی۔

دین کی حقیقت، حکم کی اتباع: تو حج اور قربانی جو ان ایام کے بڑے اعمال ہیں، ان کے ذریعہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں دین کی حقیقت سمجھانا چاہتے ہیں کہ دین کی حقیقت یہ ہے کہ کسی بھی عمل کی اپنی ذات میں کچھ نہیں رکھا، نہ کسی جگہ میں، نہ کسی عمل میں، نہ کسی وقت میں، ان چیزوں میں جو فضیلت آتی ہے، وہ ہمارے کہنے کی وجہ سے آتی ہے، اگر ہم کہہ دیں کہ فلاں کام کرو، تو وہ اجر وثواب کا کام بن جائے گا اور اگر ہم اس کام سے روک دیں تو پھر اس میں کوئی اجر وثواب نہیں، میدان عرفہ کو لے لیجئے، ۹/ ذی الحجہ کے علاوہ سال کے ۳۵۹ دن وہاں گزار دیں، ذرہ برابر بھی عبادت کا ثواب نہیں ملے گا، حالانکہ وہی میدان عرفات ہے، وہی جبلِ رحمت ہے، اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ نے عام دنوں میں وہاں وقوف کرنے کے لیے نہیں کہا، جب ہم نے کہا کہ نو ذی الحجہ کو آؤ، تو اب نو ذی الحجہ کو آنا عبادت ہوگی، اور ہماری طرف سے اجر وثواب کا استحقاق ہوگا، اصل بات یہ ہے کہ نہ میدان عرفات میں کچھ رکھا ہے اور نہ اس وقت میں کچھ رکھا ہے اور نہ اس عمل میں کچھ رکھا ہے، لیکن جب اللہ تعالیٰ کا حکم آجائے تو پھر عمل میں بھی فضیلت پیدا ہوجاتی ہے، اور جگہ میں بھی اور وقت میں بھی فضیلت پیدا ہوجاتی ہے۔

اب مسجد حرام سے کوچ کر جائیں: آپ سب حضرات کو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسجد حرام میں نماز پڑھنے کی اتنی فضیلت رکھی ہے کہ ایک نماز ایک لاکھ نمازوں کا اجر رکھتی ہے اور حج کے لیے جانے

(۱) مصنف ابن ابی شیبہ، ج۲ص ۱۹۰، شامی ج ۷ص ۱۷۹۔

والے حضرات ہر نماز پر ایک لاکھ نمازوں کا ثواب حاصل کرتے ہیں، لیکن جب ۸ر ذی الحجہ کی تاریخ آتی ہے تو اب اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ مسجد حرام کو چھوڑ دو، اور ایک لاکھ نمازوں کا ثواب جو اب تک مل رہا تھا اس کو ترک کر دو، اور اب منیٰ میں جا کر پڑاؤ ڈالو، چنانچہ ۸ر ذی الحجہ کی ظہر سے لے کر ۹ر ذی الحجہ کی فجر تک کا وقت منیٰ میں گزارنے کا حکم دیدیا گیا اور ذرا یہ دیکھئے کہ اس وقت حاجی کا منیٰ کے اندر کوئی کام ہے؟ کچھ نہیں۔ نہ اس میں جمرات کی رمی ہے، نہ اس میں وقوف ہے، اور نہ کوئی اور عمل ہے بس صرف یہ حکم ہے کہ پانچ نمازیں یہاں پڑھو، اور ایک لاکھ نمازوں کا ثواب چھوڑ کر جنگل میں نماز پڑھو، اس حکم کے ذریعہ اس بات کی طرف اشارہ فرمادیا کہ مسجد حرام میں بھی اپنی ذات میں کچھ نہیں رکھا، مسجد حرام میں نماز پڑھنے کا جو ثواب ہے، وہ ہمارے کہنے کی وجہ سے ہے، اب جب ہم نے یہ کہہ دیا کہ جنگل میں جا کر نماز پڑھو، تو جنگل میں نماز پڑھنے کا جو ثواب ہے، وہ مسجد حرام میں بھی نماز پڑھنے سے حاصل نہیں ہوگا۔ اب اگر کوئی شخص یہ سوچے کہ منیٰ میں اس روز کوئی عمل تو کرنا نہیں ہے، چلو مکہ میں رہ کر یہ پانچ نمازیں مسجد حرام میں پڑھ لوں، تو اس سے ایک لاکھ نمازوں کا ثواب تو کجا، ایک نماز کا ثواب بھی نہیں ملے گا، اس لیے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف کیا، اور حج کے مناسک میں کمی کردی۔

کسی عمل اور کسی مقام میں کچھ نہیں رکھا: حج کی عبادت میں جگہ جگہ قدم قدم پر یہ بات ذہن میں بٹھائی گئی ہے کہ اپنی ذات میں کسی عمل میں کچھ نہیں رکھا، کسی مقام میں کچھ نہیں رکھا، جو کچھ بھی ہے وہ ہمارے حکم کی اتباع میں ہے، جب ہم کسی چیز کا حکم دیں تو اس میں برکت اور اجر وثواب ہے اور جب ہم کہیں کہ یہ کام نہ کرو تو اس وقت نہ کرنے میں اجر وثواب ہے۔

عقل کہتی ہے کہ یہ دیوانگی ہے: حج کی پوری عبادت میں یہی فلسفہ نظر آتا ہے، اب دیکھئے کہ ایک پتھر منیٰ میں کھڑا ہے اور لاکھوں افراد اس پتھر کو کنکریاں مار رہے ہیں، کوئی شخص اگر یہ پوچھے کہ اس کا مقصد کیا ہے؟ یہ تو دیوانگی ہے کہ ایک پتھر پر کنکر برسائے جا رہے ہیں، اس پتھر نے کیا قصور کیا ہے؟ لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ نے کہدیا کہ یہ کام کرو، اس کے بعد اس میں حکمت، مصلحت اور عقلی دلائل تلاش کرنے کا مقام نہیں ہے، بس اب اس عمل ہی میں اجر وثواب ہے، اسی دیوانگی ہی میں لطف بھی ہے اور اسی میں اللہ تعالیٰ کی رضا بھی ہے۔

حج کی عبادت میں قدم قدم پر یہ سکھایا جا رہا ہے کہ تم نے اپنی عقل کے سانچے میں جو چیزیں بٹھا رکھی ہیں اور سینے میں جو بت بسا رکھے ہیں، ان کو توڑو، اور اس بات کا ادراک پیدا کرو کہ جو کچھ بھی ہے وہ اللہ

تعالیٰ کے حکم کی اتباع میں ہے۔

قربانی کیا سبق دیتی ہے: یہی چیز قربانی میں ہے، قربانی کی عبادت کا سارا فلسفہ یہی ہے، اس لیے کہ قربانی کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے کی چیز اور یہ لفظ قربانی قربان سے نکلا ہے، اور لفظ قربان قرب سے نکلا ہے تو قربان کا مطلب ہے کہ وہ چیز جس سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کیا جائے، اور قربانی کے سارے عمل میں بھی وہی سبق سکھایا گیا ہے جو حج کے عمل میں سکھایا گیا تھا، اس کے بعد نہ اس میں حکمتیں اور مصلحتیں تلاش کرنے کا کوئی موقع باقی رہتا ہے اور نہ اس میں چوں چرا کرنے کا موقع ہے بلکہ ایک مومن کا کام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم آجائے تو اپنا سر جھکا دے، اور اس حکم کی اتباع کرے۔

بیٹے کو ذبح کرنا عقل کے خلاف ہے: جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس حکم آگیا کہ بیٹے کو ذبح کردو اور وہ حکم بھی خواب کے ذریعہ آیا تھا، اللہ تعالیٰ چاہتے تو وحی کے ذریعہ حکم نازل فرمادیتے کہ اپنے بیٹے کو ذبح کرو، لیکن اللہ تعالیٰ نے ایسا نہیں کیا، بلکہ خواب میں آپ کو یہ دکھایا گیا کہ اپنے بیٹے کو ذبح کررہے ہیں اگر ہمارے جیسا تاویل کرنے والا کوئی شخص ہوتا تو یہ کہہ دیتا کہ یہ تو خواب کی بات ہے اس پر عمل کرنے کی کیا ضرورت ہے، مگر یہ بھی درحقیقت ایک امتحان تھا، چونکہ انبیاء علیہم السلام کا خواب وحی ہوتا ہے، تو آیا وہ اس وحی پر عمل کرتے ہیں یا نہیں؟ اس لیے آپ کو یہ عمل خواب میں دکھایا گیا، اور جب آپ کو یہ معلوم ہوگیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک حکم ہے کہ اپنے بیٹے کو ذبح کردو تو باپ نے پلٹ کر اللہ تعالیٰ سے یہ نہیں پوچھا کہ یا اللہ! یہ حکم آخر کیوں دیا جارہا ہے؟ اس میں کیا حکمت اور کیا مصلحت ہے؟ دنیا کا کوئی قانون اس بات کو اچھا نہیں سمجھتا کہ باپ اپنے بیٹے کو ذبح کرے، عقل کی کسی میزان پر اس حکم کو اتار کر دیکھیے تو کسی میزان پر یہ پورا اترتا نظر نہیں آتا۔

جیسا باپ ویسا بیٹا: تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے اس کی مصلحت نہیں پوچھی، البتہ بیٹے سے امتحان اور آزمائش کرنے کے لیے سوال کیا کہ:

يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى (سورۃ الصافات: ۱۰۲)

اے بیٹے میں نے تو خواب میں یہ دیکھا ہے کہ میں تمہیں ذبح کررہا ہوں، اب بتاؤ تمہاری کیا رائے ہے؟ ان کی رائے اس لیے نہیں پوچھی کہ اگر ان کی رائے نہیں ہوگی تو ذبح نہیں کروں گا، بلکہ ان کی رائے

اس لیے پوچھی کہ بیٹے کو آزمائیں کہ بیٹا کتنے پانی میں ہے، اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے بارے میں ان کا تصور کیا ہے؟ وہ بیٹا بھی حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا بیٹا تھا، وہ بیٹا جن کے صلب سے سید الاولین والآخرین، صلی اللہ علیہ وسلم، دنیا میں تشریف لانے والے تھے۔ اس بیٹے نے بھی پلٹ کر یہ نہیں پوچھا کہ ابا جان! مجھ سے کیا جرم سرزد ہوا ہے؟ میرا قصور کیا ہے کہ مجھے موت کے گھاٹ اتارا جارہا ہے، اس میں کیا حکمت اور مصلحت ہے؟ بلکہ بیٹے کی زبان پر ایک ہی جواب تھا کہ:

يَا اَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِيْ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ مِنَ الصَّابِرِيْنَ

ابا جان! آپ کے پاس جو حکم آیا ہے، اس کو کر گزریئے اور جہاں تک میرا معاملہ ہے تو آپ ان شاء اللہ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے، میں آہ و بکاہ نہیں کروں گا، میں روؤں گا اور چلاؤں گا نہیں، اور میں آپ کو اس کام سے نہیں روکوں گا، آپ کر گزریئے۔

چلتی چھری رُک گئی: جب باپ بھی ایسا اولو العزم اور بیٹا بھی اولوالعزم، دونوں اس حکم پر عمل کرنے کے لیے تیار ہوگئے اور باپ نے بیٹے کو زمین پر لٹا دیا، اور کس طرح لٹایا؟ اس کو بھی اللہ تعالیٰ نے بڑی شان سے ذکر فرمایا ہے: فرمایا:

فَلَمَّا اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ (سورۂ صافات: ۱۰۳)

یہاں قرآن کریم نے بڑا عجیب وغریب لفظ استعمال کیا ہے، فرمایا: "فَلَمَّا اَسْلَمَا" یعنی جب باپ اور بیٹا دونوں جھک گئے، اور اس کا ایک ترجمہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جب باپ اور بیٹا دونوں اسلام لے آئے، اس لیے کہ اسلام کے معنی ہیں، اللہ کے حکم کے آگے جھک جانا، اور اس سے اس طرف اشارہ کیا کہ اصل اسلام یہ ہے کہ حکم کیسا بھی آجائے اور اس کی وجہ سے دل پر آرے ہی کیوں نہ چل جائیں، اور وہ حکم عقل کے خلاف ہی کیوں نہ معلوم ہو اور اس کی وجہ سے جان و مال اور عزت اور آبرو کی کتنی ہی قربانی کیوں نہ دینی پڑے، بس انسان اللہ کے اس حکم کے آگے اپنے آپ کو جھکادے، یہ ہے حقیقت میں اسلام، اس لیے فرمایا کہ جب دونوں اسلام لے آئے اور اللہ کے حکم کے آگے جھک گئے اور باپ نے بیٹے کو پیشانی کے بل لٹادیا، اور قرآن کریم نے لٹانے کے اس وصف کو خاص زور دے کر بیان کیا ہے اور اس طرح اس لیے لٹایا کہ بیٹے کی صورت سامنے ہونے کی وجہ سے کہیں چلتی چھری رک نہ جائے، اس لیے پیشانی کے بل لٹایا۔

قدرت کا تماشہ دیکھو: پھر کیا ہوا؟ جب ان دونوں نے اپنے حصے کا کام پورا کردیا، تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب بندوں نے اپنے حصے کا کام کرلیا، تو اب مجھے اپنے حصے کا کام کرنا ہے، چنانچہ فرمایا کہ:

وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰۤاِبْرٰهِيْمُ ، قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا (سورۃ الصافات: ۱۰۴، ۱۰۵)

اے ابراہیم! تم نے اس خواب کو سچا کردکھایا، اب ہماری قدرت کا تماشہ دیکھو، چنانچہ دیکھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک جگہ بیٹھے ہوئے مسکرارہے ہیں اور وہاں ایک ذبح کیا ہوا مینڈھا پڑا ہے۔

اللہ کا حکم ہر چیز پر فوقیت رکھتا ہے: یہ پورا واقعہ جو درحقیقت قربانی کے عمل کی بنیاد ہے، روزِ اول سے یہ بتارہا ہے کہ قربانی اس لیے مشروع کی گئی ہے تاکہ انسانوں کے دل میں یہ احساس، یہ علم اور معرفت پیدا ہو کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہر چیز پر فوقیت رکھتا ہے، اور دین درحقیقت اتباع کا نام ہے، اور جب حکم آجائے تو پھر عقلی گھوڑے دوڑانے کا موقع نہیں، حکمتیں اور مصلحتیں تلاش کرنے کا موقع نہیں بلکہ حکم کی بجا آوری کی جائے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عقلی حکمت تلاش نہیں کی: آج ہمارے معاشرے میں جو گمراہی پھیلی ہوئی ہے، وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہر حکم میں حکمت تلاش کرو کہ اس کی حکمت اور مصلحت کیا ہے؟ اور اس کا عقلی فائدہ کیا ہے؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر عقلی فائدہ نظر آئے گا تو کریں گے اور اگر فائدہ نظر نہیں آئے گا تو نہیں کریں گے، یہ کوئی دین ہے؟ کیا اس کا نام اتباع ہے؟ اتباع تو وہ ہے جو حضرات ابراہیم علیہ السلام نے کرکے دکھایا، اور جو اُن کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام نے کرکے دکھایا اور اللہ تعالیٰ کو ان کا یہ عمل اتنا پسند آیا کہ قیامت تک کے لیے اس کو جاری کردیا، چنانچہ فرمایا کہ:

وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ (سورۃ الصافات:۱۰۸)

یعنی ہم نے آنے والے سب لوگوں کو اس عمل کی نقل اتارنے کا پابند کردیا، یہ جو ہم قربانی کرنے جارہے ہیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اس عظیم الشان قربانی کی نقل اتارنی ہے نقل اتارنے کی اصل حقیقت یہ ہے کہ جیسے اللہ تعالیٰ کے حکم کے آگے انہوں نے سرِ تسلیم خم کیا، انہوں نے کوئی عقلی دلیل نہیں مانگی اور کوئی حکمت اور مصلحت طلب نہیں کی، اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے آگے سر جھکا دیا، اب ہمیں بھی اپنی زندگی کو اس کے مطابق ڈھالنا ہے، قربانی کی عبادت سے یہی سبق دینا منظور ہے۔

کیا قربانی معاشی تباہی کا ذریعہ ہے: جس مقصد کے تحت اللہ تعالیٰ نے یہ قربانی واجب فرمائی تھی، آج اسی کے بالکل برخلاف کہنے والے یہ کہہ رہے ہیں کہ صاحب! یہ قربانی کیا ہے؟ (معاذ اللہ) خواہ مخواہ رکھ دی گئی ہے لاکھوں روپیہ خون کی شکل میں نالیوں میں بہ جاتا ہے، اور معاشی اعتبار سے نقصان دہ ہے، کتنے جانور کم ہوجاتے ہیں، اور فلاں فلاں معاشی نقصان ہوتے ہیں، وغیرہ، لہٰذا قربانی کرنے کے بجائے یہ کرنا چاہئے کہ وہ لوگ جو غریب ہیں، جو بھوک سے بلبلا رہے ہیں، قربانی کرکے گوشت تقسیم کرنے کے بجائے اگر وہ روپیہ ان غریبوں کو دیدیا جائے تو ان کی ضرورت پوری ہوجائے، یہ پروپیگنڈہ اتنی کثرت سے کیا جارہا ہے، کہ پہلے زمانے میں تو صرف ایک مخصوص حلقہ تھا، جو یہ باتیں کہتا تھا، لیکن اب یہ حالت ہوگئی ہے کہ شاید ہی کوئی دن خالی جاتا ہو، جس میں کم از کم دو چار افراد یہ بات نہ پوچھ لیتے ہوں کہ ہمارے عزیزوں میں بہت سے لوگ غریب ہیں، لہٰذا اگر ہم لوگ قربانی نہ کریں اور وہ رقم ان کو دیدیں تو اس میں کیا حرج ہے؟

قربانی کی اصل روح: بات دراصل یہ ہے کہ ہر عبادت کا ایک موقع اور ایک محل ہوتا ہے مثلاً کوئی شخص یہ سوچے کہ میں نماز نہ پڑھوں اور اس کے بجائے غریب کی مدد کروں، تو اس سے نماز کا فریضہ ادا نہیں ہوسکتا، غریب کی مدد کرنے کا اجروثواب اپنی جگہ ہے، لیکن جو دوسرے فرائض ہیں وہ اپنی جگہ فرض وواجب ہیں ——— اور قربانی کے خلاف یہ جو پروپیگنڈہ کیا گیا ہے کہ یہ عقل کے خلاف ہے اور یہ معاشی بدحالی کا سبب ہے، اور معاشی اعتبار سے اس کا کوئی جواز نہیں ہے یہ درحقیقت قربانی کے سارے فلسفے اور اس کی روح کی نفی ہے، ارے بھائی، قربانی تو مشروع ہی اس لیے کی گئی ہے کہ یہ کام تمہاری عقل اور سمجھ میں آرہا ہو، یا نہ آرہا ہو، پھر بھی یہ کام کرو، اس لیے کہ ہم نے اس کے کرنے کا حکم دیا ہے، ہم جو کہیں اس پر عمل کرکے دکھاؤ، یہ قربانی کی اصل روح ہے، یاد رکھو، جب تک انسان کے اندر اتباع پیدا نہیں ہوجاتی، اس وقت تک انسان انسان نہیں بن سکتا، جتنی بدعنوانیاں، جتنے مظالم، جتنی تباہ کاریاں آج انسانوں کے اندر پھیلی ہوئی ہیں، وہ درحقیقت اس بنیاد کو فراموش کرنے کی وجہ سے پھیلی ہوئی ہیں، انسان اپنی عقل کے پیچھے چلتا ہے، اللہ تعالیٰ کے حکم کی اتباع کی طرف نہیں چلتا۔

تین دن کے بعد قربانی عبادت نہیں: ایک طرف تو یہ ہے اور دوسری طرف یہ ہے کہ دیگر نفلی عبادات جس وقت چاہیں ادا کرلیں، لیکن قربانی کے اندر اللہ تعالیٰ نے یہ سکھادیا کہ گلے پر چھری پھیرنا یہ صرف تین دن تک عبادت ہے اور تین دن کے بعد اگر قربانی کروگے تو کوئی عبادت نہیں۔ کیوں؟ یہ بتانے

کے لیے کہ اس عمل میں کچھ نہیں رکھا، بلکہ جب ہم نے کہہ دیا کہ قربانی کرو، اس وقت عبادت ہے، اور اس کے علاوہ عبادت نہیں ہے، کاش یہ نکتہ ہماری سمجھ میں آجائے، تو سارے دن کی صحیح فہم حاصل ہوجائے۔ دین کا سارا نکتہ اور محور یہ ہے کہ دین اتباع کا نام ہے، جس چیز میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا حکم آگیا ہے، وہ مانو، اور اس پر عمل کرو، اور جہاں حکم نہیں آیا، اس پر عمل نہ کرو۔

سنت اور بدعت میں فرق: بدعت اور سنت کے درمیان بھی یہی امتیاز اور فرق ہے کہ سنت باعث اجروثواب ہے اور بدعت کی اللہ تبارک وتعالیٰ کے یہاں کوئی قیمت نہیں، لوگ کہتے ہیں کہ صاحب! اگر ہم نے تیجہ کرلیا، دسواں کرلیا، چالیسواں کرلیا تو ہم نے کونسا گناہ کا کام کرلیا، بلکہ یہ ہوا کہ لوگ جمع ہوئے، انہوں نے قرآن شریف پڑھا، اور قرآن شریف پڑھنا تو بڑی عبادت کی بات ہے اور اس میں کیا خرابی کی بات ہوئی؟ ارے بھائی! اس میں خرابی یہ ہوئی کہ قرآن شریف اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق نہیں پڑھا، قرآن شریف پڑھنا اس وقت باعث اجروثواب ہے جب وہ اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے رسول کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق ہو، اگر اس کے خلاف ہو تو اس میں کوئی اجروثواب نہیں۔

مغرب کی چار رکعت پڑھنا گناہ کیوں ہے؟: میں اس کی مثال دیا کرتا ہوں کہ مغرب کی تین رکعت پڑھنا فرض ہے، اب ایک شخص کہے کہ معاذ اللہ تین کا عدد کچھ بے تکا سا ہے، چار رکعت پوری کیوں نہ پڑھیں؟ اب وہ شخص تین رکعت کے بجائے چار رکعت پڑھتا ہے، بتایئے کہ اس نے کیا گناہ کیا؟ کیا اس نے شراب پی لی، کیا چوری کرلی، یا ڈاکہ مارلیا یا کسی اور گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرلیا، صرف اتنا ہی تو کیا کہ ایک رکعت زیادہ پڑھ لی، جس میں قرآن کریم زیادہ پڑھا، ایک رکوع زیادہ کیا اور دو سجدے زیادہ کئے، اللہ تعالیٰ کا نام لیا، اب اس میں اس نے کیا کرلیا؟ لیکن ہوگا یہ کہ یہ چوتھی رکعت جو اس نے زیادہ پڑھی، نہ صرف یہ کہ زیادہ اجروثواب کا موجب نہیں ہوگی، بلکہ ان پہلی تین رکعتوں کو بھی لے ڈوبے گی اور ان کو بھی خراب کردیگی، کیوں؟ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے رسول کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق نہیں ہے، سنت اور بدعت میں یہی فرق ہے، کہ جو طریقہ بتایا ہوا ہے، وہ سنت ہے اور جو بتایا ہوا طریقہ نہیں ہے، بلکہ اپنی طرف سے گھڑا ہوا ہے اور دیکھنے میں بہت اچھا معلوم ہوتا ہے وہ بدعت ہے، اس کا کوئی فائدہ اور کوئی اجروثواب نہیں۔

سنت اور بدعت کی عجیب اور دلچسپ مثال: میرے والد صاحب، قدس اللہ سرہ، کے پاس ایک بزرگ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ دعا جو تشریف لایا کرتے تھے، تبلیغی جماعت کے مشہور اکابر میں سے تھے، اور بڑے عجیب وغریب بزرگ تھے، ایک دن آکر انہوں نے والد صاحب سے بڑا عجیب خواب بیان کیا کہ خواب میں انہوں نے میرے والد ماجد کو دیکھا اور اس وقت حضرت والد صاحب قدس اللہ سرہ حیات تھے اور یہ دیکھا کہ آپ ایک بلیک بورڈ کے پاس کھڑے ہیں اور کچھ لوگ ان کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں، اور آپ ان کو کچھ پڑھا رہے ہیں، حضرت والد صاحبؒ نے بلیک بورڈ پر چاک سے ایک ہندسہ بنایا اور لوگوں سے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ لوگوں نے جواب دیا کہ یہ ایک ہے، اس کے بعد آپ نے اس ایک کے ہندسے کے دائیں طرف (۱۰) ایک نقطہ بنایا اور پوچھا کہ اب کیا ہوگیا؟ لوگوں نے بتایا کہ اب یہ دس ہوگیا پھر ایک نقطہ لگایا اور پوچھا کہ کیا ہوگیا تو لوگوں نے بتایا کہ سو (۱۰۰) ہوگیا، پھر ایک نقطہ اور لگادیا، اور پوچھا کہ اب کیا ہوگیا؟ لوگوں نے بتایا کہ اب ایک ہزار (۱۰۰۰) ہوگیا، پھر فرمایا میں جتنے نقطے لگاتا جارہا ہوں، یہ دس گنا بڑھتا جارہا ہے، پھر انہوں نے پھر وہ سارے نقطے مٹادیئے اور اب دوبارہ وہی نقطہ اس ایک کے ہندسے کے بائیں طرف (۰۱) لگایا، پھر لوگوں سے پوچھا کہ یہ کیا ہوا؟ لوگوں نے پوچھا اعشاریہ ایک ہوگیا، یعنی ایک کا دسواں حصہ اور پھر ایک نقطہ اور لگادیا (۰۰۱) اور پوچھا کہ اب کیا ہوگیا؟ لوگوں نے بتایا کہ اب یہ اعشاریہ صفر ایک ہوگیا، یعنی ایک کا سوواں حصہ، پھر ایک نقطہ اور لگا کر پوچھا کہ اب کیا ہوگیا (۰۰۰۱) لوگوں نے بتایا کہ اب اعشاریہ صفر صفر ایک، یعنی ایک ہزارواں حصہ بن گیا، پھر فرمایا کہ اس سے معلوم ہوا کہ بائیں طرف کے نقطے اس عدد کو دس گنا کم کررہے ہیں، پھر فرمایا کہ دائیں طرف جو نقطے لگ رہے ہیں یہ سنت ہیں، اور بائیں طرف جو نقطے لگ رہے ہیں وہ بدعت ہیں، دیکھنے میں بظاہر دونوں نقطے ایک جیسے ہیں، لیکن جب دائیں طرف لگایا جارہا ہے تو سنت ہے اس لیے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق ہے، اور جو بائیں طرف لگائے جارہے ہیں، تو وہ اجر وثواب کا موجب ہونے کے بجائے اور زیادہ اس کو گھٹا رہے ہیں، اور انسان کے عمل کو ضائع کررہے ہے، بس سنت اور بدعت میں یہ فرق ہے۔

بھائی دین سارا کا سارا اتباع کا نام ہے، جس وقت ہم نے جو کام کہہ دیا اس وقت اگر کروگے تو باعث اجر ہوگا، اور اگر اس سے ہٹ کر اپنے دماغ سے سوچ کر کروگے تو اس میں کوئی اجر وثواب نہیں۔

حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا نماز تہجد پڑھنا: ہمارے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی ایک بات یاد آگئی، مشہور واقعہ ہے، آپ حضرات نے سنا ہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی

رات کے وقت صحابہ کرام کو دیکھنے کے لیے باہر نکلا کرتے تھے، ایک مرتبہ جب آپ نکلے تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ تہجد کی نماز میں بہت آہستہ آہستہ آواز میں قرآن کی تلاوت کررہے ہیں، جب آگے بڑھے تو دیکھا کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بہت زور زور سے قرآن کریم کی تلاوت کررہے ہیں، اس کے بعد آپ واپس تشریف لے آئے، صبح فجر کی نماز کے بعد جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو آپ نے ان سے پوچھا کہ رات کو ہم نے دیکھا کہ آپ نماز میں بہت آہستہ آہستہ قرآن کریم کی تلاوت کررہے تھے، اتنی آہستہ آواز میں آپ کیوں تلاوت کررہے تھے؟ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جواب میں کتنا خوبصورت جملہ ارشاد فرمایا فرمایا کہ یارسول اللہ!

اَسْمَعْتُ مَنْ نَاجَیْتُ

میں جس سے مناجات کررہا تھا، اس کو سنادیا، اس لیے مجھے آواز زیادہ بلند کرنے کی ضرورت نہیں جس ذات کو سنانا مقصود تھا، اس نے سن لیا اس کے لیے بلند آواز کی شرط نہیں، اس کے بعد آپ نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ اتنی زور سے کیوں پڑھ رہے تھے؟ انہوں نے جواب میں فرمایا کہ:

اُوْقِظُ الْوَسْنَانَ وَأَطْرُدُ الشَّيْطَانَ

میں اس لیے زور سے پڑھ رہا تھا، تاکہ جو سونے والے ہیں، ان کو جگاؤں اور شیطان کو بھگاؤں، پھر آپ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ''اِرْفَعْ قَلِیْلًا'' تم ذرا بلند آواز سے پڑھا کرو، اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ''اخفض قَلِیْلًا'' تم اپنی آواز کو تھوڑا سا کم کردو (۱)۔

اعتدال مطلوب ہے: یہ مشہور واقعہ ہے جو احادیث میں منقول ہے، اور اس کی تشریح میں عام طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں اعتدال کی تعلیم دی کہ نہ بہت زیادہ اونچی آواز سے پڑھو اور نہ بہت پست آواز سے پڑھو، اور یہ قرآن کریم کے ارشاد کے بھی مطابق ہے، اس لیے کہ قرآن کریم میں ہے کہ ''وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِکَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِکَ سَبِيْلًا'' (بنی اسرائیل: ۱۱۰) کہ نماز میں نہ بہت زیادہ زور سے نہ بہت زیادہ آہستہ پڑھو بلکہ ان دونوں کے درمیان اعتدال کے ساتھ پڑھو۔

اپنی تجویز فنا کردو: لیکن حضرت ڈاکٹر صاحب قدس اللہ سرہ نے حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے واسطے

---

(۱) مصنف ابن ابی شیبہ، ج۲ص۱۹۰، شامی ج۷ص۱۷۹۔

سے اس حدیث کی عجیب توجیہ ارشاد فرمائی ہے، فرمایا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جواب میں جو بات ارشاد فرمائی تھی کہ میں جس کو سنا رہا ہوں اس نے سن لیا، زیادہ زور سے پڑھنے کی کیا ضرورت ہے، تو یہ بات غلط نہیں تھی، اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ طبعی طور پر چونکہ تیز آواز والے تھے، اس لیے نماز میں اگر ان کی آواز بلند ہوگئی تو کوئی ناجائز بات نہیں تھی، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب تک تم دونوں اپنی مرضی اور اپنی رائے سے پڑھ رہے تھے، اور اب ہمارے کہنے کے مطابق پڑھو اور اب ہماری تجویز کے مطابق پڑھو تو پہلے جس طریقے سے پڑھ رہے تھے وہ چونکہ اپنی تجویز اور اپنی مرضی کے مطابق تھا، اس میں اتنا نور اور اتنی برکت نہیں تھی، اب ہماری تجویز کے مطابق جب پڑھو گے تو اس میں نور اور برکت ہوگی۔

پوری زندگی اتباع کا نمونہ ہونا چاہئے: یہ ہے سارے دین کا خلاصہ، کہ اپنی تجویز کو دخل نہ ہو، جو عمل بھی ہو، وہ اللہ اور اللہ کے رسول کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق ہو، اگر یہ بات ذہن نشین ہو جائے تو ساری بدعتوں کی جڑ کٹ جائے اور اسی حقیقت کو سکھانے کے لیے قربانی مشروع کی گئی ہے، بات دراصل یہ ہے کہ ہمارے یہاں ہر چیز ایک غفلت اور بے توجہی کے عالم میں گزر جاتی ہے، قربانی کرتے وقت ذرا سا اس حقیقت کو تازہ کیا جائے کہ یہ قربانی درحقیقت یہ سبق سکھا رہی ہے کہ ہماری پوری زندگی اللہ جل جلالہ کے حکم کے تابع ہونی چاہئے اور پوری زندگی اتباع کا نمونہ ہونا چاہئے، چاہے ہماری سمجھ میں آئے یا نہ آئے، ہماری عقل میں آئے یا نہ آئے، ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کے حکم کے آگے سر جھکانا چاہئے، بس! اس قربانی کا سارا فلسفہ یہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اس فلسفے کو سمجھنے کی بھی توفیق عطا فرمائے۔ اور اس کی برکات عطا فرمائے۔ آمین۔

قربانی کی فضیلت: حدیث شریف میں یہ جو آتا ہے کہ جب کوئی شخص اللہ کی راہ میں جانور قربان کرتا ہے، اس قربانی کے نتیجے میں یہ ہوگا کہ اس جانور کے جسم پر جتنے بال ہیں ایک ایک بال کے عوض ایک ایک گناہ معاف ہوتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کو ان تین دنوں میں کوئی عمل خون بہانے سے زیادہ محبوب نہیں ہے، جتنی زیادہ قربانی کرے گا اتنا ہی اللہ تعالیٰ کو محبوب ہوگا۔ اور فرمایا کہ جب تم قربانی کرتے ہو تو جانور کا خون ابھی زمین پر نہیں گرتا کہ اس سے پہلے ہی وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں پہنچ جاتا ہے، اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے یہاں تقرب کا ذریعہ بن جاتا ہے، یہ سب اس لیے ہے کہ جب اللہ تعالیٰ یہ دیکھتے ہیں کہ میرا بندہ یہ

دیکھے بغیر کہ یہ بات عقل میں آرہی ہے یا نہیں؟ اور یہ دیکھے بغیر کہ اس سے مال کا فائدہ ہورہا ہے یا نقصان ہورہا ہے، صرف میرے حکم پر جانور کے گلے پر چھری پھیر رہا ہے تو اس کا اجرِ عظیم عطا فرماتے ہیں، پھر اس کے بعد اگر کوئی شخص قربانی کا سارا گوشت خود کھالے اس پر کوئی گناہ نہیں، البتہ مستحب یہ ہے کہ تین حصے کرے، ایک حصہ خود کھائے، ایک حصہ عزیزوں میں بھیجے اور ایک حصہ غرباء میں خیرات کرے، لیکن اگر یہ ایک بوٹی بھی خیرات نہ کرے، تب بھی قربانی کے ثواب میں کوئی کمی نہیں آتی، اس لیے کہ قربانی تو اسی وقت مکمل ہوگئی جس وقت جانور کے گلے پر چھری پھیر دی جب بندے نے اللہ کے حکم پر عمل کرلیا، تو بس! قربانی کی فضیلت اس کو حاصل ہوگئی۔

سپردم بتو مایۂ خویش را: یہ سب اس لیے کیا جارہا ہے تاکہ دل میں اتباع کا جذبہ پیدا ہو، اور اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے رسول کے حکم کے آگے سر جھکانے کا جذبہ پیدا ہو، جیسا کہ قرآن کریم میں فرمایا:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ (سورۃالاحزاب:۳۶)

جب اللہ یا اللہ کا رسول کسی مومن مرد یا مومن عورت کے لیے کوئی فیصلہ کردے تو اس کے بعد اس کے پاس کوئی اختیار نہیں رہتا۔

سپردم بتو مایۂ خویش را ۔۔۔ تو دانی حسابِ کم وبیش را

تو دین کا سارا فلسفہ یہ ہے، اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اس حقیقت کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے سنت کے مطابق قربانی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور اس کا اجر عطا فرمائے، اور اس کے اندر جتنے انوار و برکات ہیں، اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے وہ سب ہمیں عطا فرمائے اور اپنی زندگی میں اس سبق کو یاد رکھنے اور اس کے مطابق اپنی زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین.

☆☆☆

حضرت مولانا سحبان محمود صاحب، رحمۃ اللہ علیہ
سابق شیخ الحدیث وناظم اعلیٰ جامعہ دارالعلوم کراچی

قربانی اور عرفہ کے دن کی فضیلت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ و کفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ ... اما بعد!

حضرت ابراہیم خلیل اللہ، علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام، اللہ تعالیٰ کے ایسے برگزیدہ، اولوالعزم اور چہیتے پیغمبر ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر کوئی نبی اور رسول اُس مرتبہ تک نہ پہنچ سکا، قرآن کریم کی سورۂ نحل میں ان کی تعریف میں فرمایا گیا کہ "بیشک ابراہیم (علیہ السلام) بھلائی کی تعلیم دینے والے، اللہ تعالیٰ کے بڑے فرمانبردار تھے جو سب طرف سے یکسو ہو کر اللہ تعالیٰ کے ہی ہو گئے تھے" (آیت نمبر ۱۲۰) اسی لئے قرآن کریم نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کو "ملت ابراہیمی" کی پیروی کا حکم دیتے ہوئے فرمایا ثُمَّ اَوْحَیْنَا اِلَیْکَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرَاهِیْمَ حَنِیْفًا یعنی پھر آپ پر ہم نے یہ وحی نازل فرمائی کہ آپ (اور آپ کی امت) ابراہیم علیہ السلام کے طریقہ اور سنت کی پیروی کریں "ملت ابراہیم یعنی سنت ابراہیمی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس قدر مقبول ہوئی کہ قیامت تک کے لئے بطور یادگار اللہ تعالیٰ نے اس کو جاری فرمایا، اور اس کی پیروی کرنے والوں کو دنیا اور آخرت کی بھلائی اور کامیابی کی بشارت دی۔

قرآن کریم میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ "ملت ابراہیمی" کی اصل بنیاد اور اس کی حقیقت راہِ خداوندی میں صرف اپنے رب کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے قربانی وایثار ہے، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی پوری پاکیزہ زندگی میں دل وجان سے، جسم وروح اور مال واولاد سے راہ خداوندی میں یہ قربانیاں پیش کی ہیں، یہی قربانیاں آپ کی پیغمبرانہ اور روحانی زندگی کی اصل خصوصیت ہیں اور ایسے ہی امتحانات اور آزمائشوں میں کامیاب ہونے کی وجہ سے وہ، ان کی اولاد اور ان کے پیروکار ہر قسم کی نعمتوں اور برکتوں سے نوازے گئے ــــ سب سے آخری اور سب سے کڑی آزمائش اپنے ہونہار فرزند کی، جو بڑھاپے کا سہارا بھی تھے، راہ خدا میں قربانی تھی۔ لیکن یہ قربانی محض خون اور گوشت کی قربانی نہ تھی بلکہ روح ودل کی قربانی تھی، غیر اللہ کی محبت کی قربانی تھی، اپنی جان سے زیادہ عزیز لختِ جگر کی قربانی تھی، یہ صبر وشکر اور تسلیم ورضا کا سخت امتحان تھا جس میں کامیاب ہوئے بغیر دنیا کی پیشوائی اور آخرت کی کامیابی نہیں مل سکتی تھی، یہ اپنے

اکلوتے بیٹے کے خون سے زمین کو رنگین کردینا نہ تھا بلکہ اللہ تعالیٰ کے حضور اپنے تمام جذبات اور خواہشات تمناؤں اور آرزؤوں کو قربان کردینا تھا۔ اور اس بات کا اعلان کردینا تھا کہ اپنے رب کے حکم پر اپنے ارادے اور مرضی کو اس طرح قربان کردینا عبدیت کی معراج ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں دیکھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے اُس بیٹے کی قربانی کررہے ہیں جو بڑھاپے میں ہزاروں تمناؤں کے بعد پیدا ہوا تھا، اور حضرات انبیاء کرام کا خواب بھی وحی ہوتا ہے، یعنی ان کا کوئی خواب جھوٹا نہیں ہوتا، بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہوتا ہے، تو یہ پیکر تسلیم ورضا اپنے اس خواب پر عمل کرنے کے لئے دور دراز کا سفر اختیار کرکے آگئے، اوّلاً اپنے لختِ جگر کو اعتماد میں لیا کہ بیٹا! اللہ تعالیٰ نے مجھے خواب میں تم کو ذبح کرتے ہوئے دکھایا ہے، سو تمہاری کیا رائے ہے؟ بیٹا جو خاندانِ نبوت کا پروردہ اور خود بھی منصب نبوت پر فائز ہونے والا تھا اس نے بھی بڑی خوشی سے اس کو اپنی خوش قسمتی سمجھتے ہوئے اللہ کی راہ میں اپنی قربانی کو قبول کرلیا اور تمام انتظامات کے بعد باپ نے اپنے بیٹے کو پیشانی کے بل زمین پر لٹادیا پھر گردن پر چھری پھیری جو کارگر نہ ہوئی اور ان کی جگہ ایک جنتی جانور باپ کے گھٹنوں کے نیچے کردیا گیا جس پر چھری چل گئی، کیونکہ درحقیقت بیٹے کی قربانی اللہ تعالیٰ کا مقصود نہیں تھی، بلکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا امتحان مقصود تھا جس میں وہ بفضل خداوندی نہایت سرخرو رہے۔

ان کی یہ تسلیم ورضا کی ادا رب ذوالجلال کو ایسی پسند آئی کہ قیامت تک کے لئے قربانی کو سنت ابراہیمی قراردے دیا، اسی حقیقت کو ترمذی شریف کی حدیث میں اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرات صحابہؓ کرام نے دریافت کیا کہ اے اللہ کے رسول! قربانی کی حقیقت کیا ہے تو آپ نے جواب دیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے، صحابہؓ کرام نے عرض کیا کہ ہمیں قربانی کرنے پر کیا ثواب ملے گا تو فرمایا کہ جانور کے ہر بال کے عوض میں ایک نیکی ۔۔۔۔ لیکن یہ واضح رہے کہ قربانی میں سنت ابراہیمی صرف خون اور گوشت کی قربانی نہیں ہے اگرچہ صاحب حیثیت پر یہ لازم ہے، بلکہ اصلی مقصود اللہ رب العزت کے حکم کے سامنے اپنی خواہشوں اور آرزؤوں کو قربان کردینا ہے جس کو تقویٰ کہا جاتا ہے۔ قرآن کریم میں اس حقیقت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ اللہ کے دربار میں تمہاری قربانی کا گوشت اور خون نہیں پہنچتا بلکہ تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔

عرفہ کے دن کی فضیلت

حج سے متعلق عبادتیں اور افعال جن کو مناسک کہا جاتا ہے ۸رذی الحجہ سے شروع ہوکر ۱۳رذی الحجہ تک جاری رہتے ہیں، لیکن ان تمام مناسک میں سب سے اہم حکم جس پر حج کا دارومدار ہے وہ میدانِ عرفات میں

ٹھہرنا ہے جس کو وقوفِ عرفات کہا جاتا ہے۔ یہ وقوف حج کے لئے اتنا ضروری ہے کہ اگر کسی حاجی نے تمام مناسکِ حج پورے ادا کرلئے ہوں لیکن عرفات میں ۹ رتاریخ کو نہ پہنچا تو اس کا حج ہی نہ ہوگا۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ الحج عرفة یعنی حج تو صرف وقوف عرفہ کا نام ہے، میدان عرفات میں یہ وقوف ذی الحجہ کی نو تاریخ کو ہوتا ہے جو زوال آفتاب سے لے کر غروب آفتاب سے کچھ دیر پہلے تک رہتا ہے۔ یوم الحج کو یوم عرفہ بھی کہتے ہیں، گویا اس دن کے دو نام اسلام نے رکھے ہیں، حج میں جانے والوں کے حق میں یوم الحج اور دوسرے مسلمانوں کے لئے یوم عرفہ ہے، اور دونوں صورتوں میں اس دن کی بڑی فضیلت ہے، ایسی فضیلت جو سال کے کسی اور دن کو حاصل نہیں، چنانچہ ترمذی شریف کی حدیث میں آیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یوم عرفہ میں روزہ رکھنا دو سال کے گناہوں کو مٹادیتا ہے ایک گزرے ہوئے سال کے اور دوسرا آنے والے سال کے۔ اسی وجہ سے مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ نو ذی الحجہ کے دن روزہ رکھنے والے کو مزید ایک سال کی مہلت مل گئی کیونکہ آنے والے سال کا کفارہ اسی وقت ہوگا جب وہ آنے والے سال میں زندہ رہے گا۔ یوم عرفہ کی خیر و برکت کے بارے میں مسلم شریف کی روایت میں آیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "یوم عرفہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے جتنے گناہ گار بندوں کو جہنم سے نجات عطا فرماتے ہیں اتنے (سال بھر کے) کسی دن میں نجات نہیں پاتے" اور مشکوۃ شریف کی حدیث میں آیا ہے کہ "یوم عرفہ میں شیطان جس قدر ذلیل وخوار اور پریشان ہوکر مارا مارا پھرتا ہے، کسی اور دن میں اس کی یہ حالت نہیں ہوتی، کیونکہ وہ اس دن میں اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا کثرت سے نزول اور گناہ گار بندوں کے بڑے بڑے گناہوں کی مغفرت کا منظر دیکھتا ہے۔"

یوم الحج رحمتوں اور مغفرتوں سے بھرپور دن وہ عظیم دن ہے کہ جو اللہ کے بندے حج کی سعادت سے مالا مال ہوتے ہیں، وہ گناہوں سے ایسے پاک وصاف ہوجاتے ہیں جیسے اسی دن پیدا ہوئے ہوں، بخاری شریف کی روایت میں آیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے حج کیا اور اُس حج میں نہ تو کوئی گناہ کا کام کیا اور نہ کسی سے جھگڑا کیا تو وہ اس حال میں گناہوں سے پاک وصاف ہوکر واپس لوٹے گا جیسے اسی دن پیدا ہوا ہو، حج وعمرہ کو جانے والے اللہ تعالیٰ کے مہمان ہوتے ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے اور وہ رب کریم اپنے مہمانوں کی دلجوئی اور اعزاز واکرام بھی اپنی شان کے مطابق فرماتا ہے کہ ان پر اپنی رحمتوں کی بارشیں برساتا ہے اور ان کی مغفرت فرماکر اپنے خاص بندوں میں داخل فرمالیتا ہے۔ چنانچہ مشکوۃ

شریف میں روایت ہے کہ یوم الحج میں اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے اور میدان عرفات میں جمع ہونے والے اپنے بندوں پر نظر فرما کر بطور فخر فرشتوں سے فرماتا ہے کہ اے میرے فرشتو! میرے ان بندوں کو دیکھو، یہ میرے دربار میں اس حال میں آئے ہیں کہ سر کے بال بکھرے ہوئے ہیں، بدن اور کپڑے گرد و غبار میں اٹے ہوئے ہیں، لبیک لبیک کی صدائیں بلند کر رہے ہیں، دور دراز سے سفر کی مشقتیں اٹھا کر حاضر ہوئے ہیں اور میری رحمت کے طلبگار ہیں، لہٰذا میں تمہیں گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے ان کے گناہ معاف کر دیئے، پھر ان بندوں سے خطاب فرمایا ہے کہ اے میرے بندو! اگر تمہارے گناہ ریت کے ذرّوں یا بارش کے قطروں اور درختوں کے پتوں کے برابر ہوں تو میں نے وہ سب معاف کر دیئے، لہٰذا اب تم بخشے بخشائے اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ۔ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم

جھوٹی قسم کھانے کا گناہ

جھوٹی قسم کھانا گناہِ کبیرہ ہے، اور یہ ان گناہوں میں سے ہے جن میں عام طور پر لوگ مبتلا رہتے ہیں۔ جھوٹی قسم کا تعلق کبھی گذشتہ زمانہ کے واقعات سے ہوتا ہے، یعنی کسی واقعہ کے بارے میں یہ کہہ دینا کہ ایسا ہوا تھا اور اس پر قسم کھالی، یا کسی نے کوئی کام نہ کیا ہو اس کے بارے میں قسم کھا کر کہنا کہ اس نے یہ کام کیا ہے، اسی طرح اپنے کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے پر جھوٹی قسم کھالی، یہ بہت بڑا گناہ ہے، اول تو جھوٹ کا گناہ، پھر مزید جھوٹی قسم یعنی اللہ تعالیٰ کے نام کو جھوٹ کے لئے استعمال کرنا گناہ در گناہ ہے۔ بہت سے لوگ جھوٹی قسم سے بالکل پرہیز نہیں کرتے، بات بات میں قسم کھاتے چلے جاتے ہیں اور اس کے گناہ اور دنیوی واخروی وبال کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ اسی طرح بہت سے لوگ مال بیچتے وقت جھوٹی قسم کھالیتے ہیں، یا عدالتوں اور جرگوں میں ناحق مال لینے کی خاطر جھوٹی قسم کھالیتے ہیں، حالانکہ ایسا کرنا سراسر ناجائز ہے، اور احادیثِ مبارکہ میں اس پر سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں، حتیٰ کہ بعض روایات میں اس کو شرک جیسے کبیرہ گناہ کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ ذیل میں چند احادیثِ طیبہ ملاحظہ ہوں:

حدیث نمبر ۱ : عن عبداللہ بن عمرو، عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال:"الکبائر : الاشراک باللہ ، وعقوق الوالدین ، وقتل النفس ، والیمین الغموس."(صحیح البخاری . ۱۳۷/۸)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو، رضی اللہ عنہما، سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بڑے گناہ یہ ہیں: اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا، والدین کی نافرمانی کرنا اور جھوٹی قسم کھانا۔ (صحیح بخاری)

حدیث نمبر ۲ : عن عبد اللہ بن أنیس الجھنی ، قال : قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ان میں أکبر الکبائر الشرک باللہ ، وعقوق الوالدین ،

والیمین الغموس ، وما حلف حالف باللہ یمین صبر، فأدخل فیھا مثل جناح بعوضة الا جعلت نکتة فی قلبه الی یوم القیامة .(سنن الترمذی . ۵/ ۲۳۶)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن انیس جہنی ، رضی اللہ عنہ، سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کبیرہ گناہوں میں سے بڑے گناہ یہ ہیں: (۱) اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانا (۲) والدین کی نافرمانی کرنا (۳) گناہ میں ڈبو دینے والی قسم کھانا یعنی جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھانا۔اور جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی قسم کھائی اور اس میں مچھر کے پر کے برابر (ذرا سی بات غلط / جھوٹ) داخل کردی تو یہ قسم اس کے دل میں ایک سیاہ دھبّہ بن جائے گی جو قیامت تک رہے گا۔(ترمذی)

حدیث نمبر۳ : عن عمران بن حصین ، قال : "قال النبی صلی اللہ علیه وسلم :من حلف علی یمین مصبورة کاذبا فلیتبوأ بوجهه مقعده من النار "(سنن أبی داود . ۳/ ۲۲۰)

ترجمہ: حضرت عمران بن حصین، رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے مروی ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص قید ہو کر جھوٹی قسم کھالے تو وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنالے۔(ابوداؤد)

تشریح:اس حدیث میں "مصبورہ" کا لفظ آیا ہے، یہ "صبر" سے مشتق ہے، جس کا معنیٰ ہے روکنا، اور یمینِ مصبورہ اس قسم کو کہتے ہیں جو کسی آدمی کو قاضی اور جج کی عدالت میں روک کر اس سے لی جائے۔اس سے اندازہ کرلیا جائے کہ جو جج کی عدالت میں جھوٹی قسم کھائے اس کو جہنم کی وعید سُنائی گئی ہے تو جو شخص دوسری ایسی جگہ جھوٹی قسم کھائے جہاں اس کو روکا نہ گیا ہو بلکہ آزاد ہو تو وہ بطریقِ اولیٰ اس وعید کا مستحق ہوگا۔

حدیث نمبر۴:عن عبد اللہ ، عن رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قال : "من حلف علی یمین صبر، یقتطع بها مال امرئ مسلم هو فیها فاجر، لقی اللہ وهو علیه غضبان "، قال : فدخل الأشعث بن قیس ، فقال : ما یحدثکم أبو عبد الرحمن ؟ قالوا : کذا وکذا ، قال : صدق أبو عبدالرحمن ، فی

نزلت ، كان بيني وبين رجل أرض باليمن ،(وفي رواية : كانت بيني وبين رجل خصومة في بئر)فخاصمته الى النبى صلى الله عليه وسلم فقال : "هل لک بينة ؟" فقلت : لا ، قال : "فيمينه"، قلت : اذن يحلف ، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم عند ذلک :"من حلف على يمين صبر، يقتطع بها مال امرئ مسلم هو فيها فاجر ، لقى الله وهو عليه غضبان" فنزلت:(ان الذين يشترون بعهد الله وأيمانهم ثمنا قليلاً) (آل عمران : ۷۷) الى آخر الآية (صحيح مسلم . ۱/ ۱۲۲)

ترجمہ:حضرت عبداللہ بن مسعود، رضی اللہ عنہ، سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جوشخص ناحق کسی مسلمان کا مال ہتھیانے کے لئے قسم اٹھائے تو وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اللہ تعالیٰ اس پر غضبناک ہوگا۔راوی کہتے ہیں کہ اسی اثناء میں حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ آ گئے ، انہوں نے لوگوں سے پوچھا کہ ابوعبدالرحمٰن تم سے کیا حدیث بیان کررہے تھے؟لوگوں نے بتادیا کہ یہ حدیث بیان کررہے تھے،حضرت اشعث کہنے لگے کہ ابوعبدالرحمٰن نے بالکل سچ کہا،میرے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے،میرے اور ایک اور آدمی کے درمیان (ایک کنویں کے معاملہ میں) جھگڑا چل رہا تھا،ہم دونوں اپنا مقدمہ لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے ، نبی علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا: کیا تمہارے پاس گواہ ہیں؟میں نے عرض کیا کہ نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر دوسرے آدمی سے قسم لی جائے گی، میں نے عرض کیا کہ اس طرح تو وہ لاپرواہی سے قسم اٹھا کر میرا مال لے جائے گا،اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جوشخص کسی مسلمان کا مال ہتھیانے کے لئے جھوٹی قسم کھالے اور وہ اس قسم میں گنہگار ہوتو وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اللہ تعالیٰ اس پر غضبناک ہوگا،اسی مناسبت سے یہ آیت نازل ہوئی۔(جس کا ترجمہ یہ ہے کہ: جولوگ اللہ تعالیٰ سے کئے ہوئے عہد اور اپنی کھائی ہوئی قسموں کا سودا کر کے تھوڑی سی قیمت حاصل کر لیتے ہیں ان کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوگا،اور قیامت کے دن نہ اللہ تعالیٰ ان سے بات کرے گا،نہ انہیں (رعایت کی نظر سے) دیکھے گا،نہ انہیں پاک کرے گا،اوران کے

لئے دردناک عذاب ہوگا۔(صحیح مسلم)

حدیث نمبر۵:عن أبی أمامة رضی الله عنه ، قال : سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول : "من اقتطع بیمینه حق امرئ مسلم حرم الله علیه الجنة ، وأوجب له النار " فقال رجل ، فقال : وان شیئا یسیرا؟ فقال النبی صلی الله علیه وسلم : "وان قضیبا من أراک " (المعجم الکبیر للطبرانی . ۱/ ۲۷۴)

ترجمہ: حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ جو شخص اپنی قسم کے ذریعہ کسی مسلمان کا حق مار لے (یعنی اس کا مال ناحق لے لے) تو اللہ تعالیٰ اس پر جنت کو حرام اور جہنم کو واجب کر دیتے ہیں، ایک شخص نے کھڑے ہو کر پوچھا: یا رسول اللہ! اگر چہ وہ معمولی چیز ہو؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر چہ وہ پیلو کا سرکنڈا ہی ہو۔(معجم کبیر)

حدیث نمبر۶:قال ابن المسیب : ان أباهریرة رضی الله عنه ، قال : سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم ، یقول :"الحلف منفقة للسلعة ، ممحقة للبرکة " (صحیح البخاری . ۳/ ۶۰)

ترجمہ: حضرت ابن المسیبؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ قسم سودا تو بکوا دیتی ہے لیکن کمائی کی برکت کو ختم کر دیتی ہے۔(صحیح بخاری)

حدیث نمبر۷: وعن عبدالرحمن بن عوف رضی الله عنه أن النبی صلی الله علیه وسلم قال الیمین الفاجرة تذهب المال أو تذهب بالمال (الترغیب والترهیب . ۲/ ۳۸۸)

ترجمہ: حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، رضی اللہ عنہ، سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جھوٹی قسم مال ضائع کرتی ہے یا مال لے کر چلی جاتی ہے۔(ترغیب)

تشریح

اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص جھوٹی قسمیں کھاتا ہے اس کا مال ہلاک ہو جاتا ہے، وہ مال کے اعتبار سے

پریشان اور گھاٹے میں رہتا ہے۔ یا جس مال کو جھوٹی قسم کے ذریعہ حاصل کرتا ہے وہ مال اس کا برباد ہو جاتا ہے، اس سے فائدہ حاصل نہیں کر سکتا، خواہ وہ مال بعینہٖ ہلاک ہو یا اس کے بدلہ میں دوسرا خسارہ پیش آجائے۔ دیکھئے مال بھی گیا اور گناہ بھی ہوا جس کی سزا الگ بھگتنی ہوگی، اس لئے جھوٹی قسم کھانے سے بے حد بچنا چاہئے۔

حدیث نمبر ۸: وروی عن أبی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لیس مما عصی الله به هو أعجل عقابا من البغی وما من شئ أطیع الله فیه أسرع ثوابا من الصلة والیمین الفاجرة تدع الدیار بلاقع رواه البیهقی (الترغیب والترهیب. ۲/ ۳۸۸)

ترجمہ: حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ، سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گناہوں میں سے کوئی گناہ ظلم سے زیادہ جلدی سزا والا نہیں ہے (یعنی ظلم کی سزا جلد مل جاتی ہے) اور نیکیوں میں کوئی نیکی صلہ رحمی سے بڑھ کر جلدی ثواب والی نہیں ہے (یعنی صلہ رحمی کا بدلہ جلدی ملتا ہے)۔ اور جھوٹی قسم تو گھروں کو اُجاڑ دیتی ہے۔ (ترغیب)

تشریح

مطلب یہ ہے کہ ظلم کی سزا دنیا ہی میں جلد مل جاتی ہے، اور نیکیوں میں سے صلہ رحمی کا بدلہ دنیا میں بھی بہت جلد مل جاتا ہے۔ لیکن جھوٹی قسم کھا کر جو دنیا حاصل کی جاتی ہے وہ باقی نہیں رہتی، غربت اور تنگی گھر میں آجاتی ہے، گھر میں اچھائی اور خوشحالی باقی نہیں رہتی، جس سے گھر کا نظام بگڑتا ہے اور سکون ختم ہو جاتا ہے۔ یہ دنیا میں جھوٹی قسم کی سزا ہے، مرنے کے بعد کی سزا اس کے علاوہ ہے۔

مذکورہ بالا تمام احادیث سے معلوم ہوا کہ جھوٹی قسم کھانا گناہِ کبیرہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور جہنم میں جانے کا سبب ہے، اس لئے ہر مسلمان کو اس گناہ سے بہت زیادہ بچنا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو اس گناہ سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

☆☆☆

خطاب: حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب، مدظلہم

موجودہ صورتحال اور ہماری ذمہ داری

۹/ذیقعدہ ۱۴۳۹ھ مطابق ۲۳/جولائی ۲۰۱۸ء پیر کے روز نائب رئیس الجامعہ دارالعلوم کراچی حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم نے نماز ظہر کے بعد طلبہ سے خطاب فرمایا، جس میں حضرت والا مدظلہم نے حالیہ انتخابات منعقدہ ۱۱/ذیقعدہ ۱۴۳۹ھ مطابق ۲۵/جولائی ۲۰۱۸ء کے حوالے سے چند وضاحتیں اور دور دراز کے طلبہ کی سہولت کے لئے سہ روزہ تعطیل کا اعلان فرمایا۔ تخصص فی الافتاء سال دوم کے طالبعلم شفیق الرحمٰن کراچوی سے یہ خطاب ضبط کرایا گیا جو اصلاح وترمیم کے بعد شاملِ اشاعت کیا جارہا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔(ادارہ)

خطبۂ مسنونہ کے بعد فرمایا:

ملک میں ہونے والے عام انتخابات اور ملک کی نازک صورتحال کے پیش نظر ہماری ایک ذمہ داری تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں اور بہتری کے لئے دعائیں مانگیں، ایسے مواقع پر آیت کریمہ کا ورد کیا جانا بھی مفید ہوتا ہے اسی لئے گذشتہ نشست میں اس موضوع پر تفصیلی بات ہوچکی ہے اس لئے آیت کریمہ کا وردان دنوں جاری رکھا جائے، سب حضرات اس کا اہتمام رکھیں اور خوب دعائیں کرتے رہیں۔ ملکی انتخابات کی اہمیت اور اس میں ہماری ذمہ داری کے سلسلہ میں چند وضاحتیں کردینا ضروری معلوم ہوتا ہے:

دارالعلوم ایک تعلیمی ادارہ ہے

ایک بات جو سب حضرات کو اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے یہ ہے کہ دارالعلوم ایک تعلیمی ادارہ ہے، کوئی سیاسی ادارہ نہیں ہے اور نہ ہی کوئی سیاسی سرگرمی دارالعلوم کے طریقۂ کار میں داخل ہے، ہم یہ تو سمجھتے ہیں کہ "سیاست" بھی اسلام کا ایک حصہ ہے لیکن تقسیم کار کے اصول پر عمل ہونا چاہیے، کچھ لوگ تعلیم کا کام کریں اور کچھ لوگ سیاست میں حصہ لیں لیکن کسی تعلیمی ادارہ کا براہ راست سیاست میں حصہ لینے کا تجربہ ہمیشہ بڑا خراب رہا ہے، اگر کوئی دینی مدرسہ اور تعلیمی ادارہ سیاست کے میدان میں عملاً آجائے تو یہ تعلیم کے لیے مہلک ہوتا ہے، اس لیے شروع سے ہمارے اکابر کا طریقہ یہ رہا ہے کہ جب کوئی فرد دارالعلوم سے وابستہ ہے، استاذ

ہے یا طالب علم ہے، تو اس کا سیاسی سرگرمیوں میں براہ راست حصہ لینا ہم نے کبھی پسند نہیں کیا اور ہمارے اکابر نے بھی اس کی ممانعت کی ہے اور آپ سب حضرات جانتے ہیں کہ دارالعلوم کے اندر بھی سیاسی جلسوں، جلوسوں اور اجتماعات کا کوئی طریقہ نہیں ہے اور طلبہ کو بھی اس کی اجازت نہیں ہے۔

ووٹ دینا ایک شرعی فریضہ ہے

لیکن ایک بات شرعی اعتبار سے ہم پر لازم ہے وہ یہ ہے کہ انتخابات کے موقع پر امیدواروں میں سے ایسے شخص کو ووٹ دینا جو ہمارے نزدیک ان سب میں زیادہ بہتر ہو، زیادہ دیانتدار ہو، زیادہ امانتدار ہو، زیادہ دیندار ہو اور دین کی سربلندی کے لیے بھی جس سے کام کرنے کی توقع ہو یا یہ کہ اگر بہت سارے لوگ کھڑے ہیں تو ان میں سے ایسے شخص کا انتخاب کرنا جو دوسروں کے مقابلے میں غنیمت ہو، دوسروں کے مقابلہ میں اس کا شر کم ہو، یہ محض سیاسی سرگرمی نہیں ہے بلکہ یہ ایک ایسا شرعی فریضہ ہے جس کا تعلق براہ راست سب سے ہوتا ہے۔

ہمارے والد ماجد، بانی دارالعلوم کراچی حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب، قدس اللہ سرہ، کا رسالہ چھپا ہوا ہے، ماہ ذی قعدہ ۱۴۳۹ھ کے البلاغ کے اداریہ میں بھی شائع ہوا ہے "انتخابات میں ووٹ، ووٹر اور امیدواروں کی شرعی حیثیت" اس میں حضرتؒ نے یہ فرمایا ہے کہ جب عام انتخابات منعقد ہو رہے ہیں تو گویا ہمیں ایک شہادت دینے کے لیے بلایا جا رہا ہے کہ بھئی آپ کی نظر میں کون سا امیدوار بہتر ہے؟ اب یہ ہمارا فریضہ بن جاتا ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے (وَلَا يَأْبَ الشُّهَدَآءُ إِذَا مَا دُعُوْا) (البقرة:۲۸۲) یعنی جب گواہوں کو گواہی دینے کے لیے بلایا جائے تو وہ انکار نہ کریں کتمانِ شہادت سے منع فرمایا گیا ہے، لہٰذا اب جب کہ ہمیں ایک شہادت کے لیے بلایا جا رہا ہے تو ہمارے ذمہ لازم ہے کہ ہم یہ شہادت ادا کریں، اور یہ اُس سیاسی سرگرمی میں داخل نہیں ہے جس سے ہم ادارے کو الگ رکھتے ہیں بلکہ یہ ہر فرد پر، ہر ادارے پر اور اس کے کارکنان پر لازم ہے کہ وہ شہادت دیں۔

یہ اس وقت ہے جبکہ ہم اس بات کا تعین کر سکتے ہوں کہ جو امیدوار ہمارے حلقہ میں ہیں ان میں یہ شخص دوسروں کے مقابلے میں زیادہ بہتر ہے، زیادہ غنیمت ہے، دیندار زیادہ ہے، علم زیادہ رکھتا ہے اور زیادہ امانت کے ساتھ اور عدل وانصاف کے ساتھ کام کرنے کی اس سے توقع ہے یا اگر سب ہی خراب ہیں تو اُن میں سے کسی ایسے شخص کا انتخاب کر سکتے ہوں جو ان میں سب سے کم خراب ہو جسے اھون البلیتین کہا جاسکتا

ہے، تو اس کے بھی حق میں ووٹ استعمال کرنا چاہیے۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

بعض اوقات لوگوں کے ذہن میں یہ بات آتی ہے کہ ایک آدمی ہے تو اچھا، ہم اس کے متعلق سمجھتے ہیں کہ یہ دیندار ہے، پرہیز گار ہے، یا یہ زیادہ امانتدار اور دیانتدار ہے لیکن چونکہ بظاہر اس کے کامیاب ہونے کی کوئی امید اور کوئی امکان نہیں تو ہم اپنا ووٹ اس کو دے کر کیوں ضائع کریں چنانچہ جو بہتر تھا اس سے کم درجہ کے آدمی کو ووٹ دے دیتے ہیں، تو یہ خیال بھی بالکل غلط ہے۔ بلکہ جس کو ہم بہتر سمجھتے ہیں اس کے حق میں رائے دینا ہمارا فرض ہے، اول تو اس لیے کہ جب ہم ووٹ دینے جا رہے ہیں تو اس ووٹ دینے کو ادائے شہادت سمجھیں اور شہادت کی ادائیگی بھی ایک عبادت ہے تو یہ اداء شہادت ہمارے ذمہ ہے کہ ہم جا کر شہادت دیں، لہٰذا جو شخص ہمارے نزدیک ان میں بہترین ہو اس کو ہم نے منتخب کرنے کے لیے ووٹ ڈال دیا تو ہمارا فریضہ ادا ہو گیا اب وہ جیتتا ہے یا نہیں وہ کامیاب ہوتا ہے یا نہیں یہ ہماری ذمہ داری نہیں ہے ہم اس کے مکلف نہیں، جب ہم نے کسی ایسے شخص کو ووٹ دے دیا جو ہمارے نزدیک زیادہ امانتدار، زیادہ دیانتدار، زیادہ قابل اور زیادہ خدمت گزار اور زیادہ دین سے تعلق رکھنے والا ہے تو ہم نے اپنا فریضہ ادا کر دیا، اب یہ اللہ کے سپرد ہے کہ وہ کامیاب ہوتا ہے یا نہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ اگر ایک اچھے، نیک صالح، پرہیز گار، علم دوست اور محبِ وطن کے بارے میں آپ کو یہ خیال ہے کہ یہ اچھا ہے تو اگر آپ اس کو ووٹ دینا چھوڑ دیں گے اس وجہ سے کہ اس کے کامیاب ہونے کی کوئی امید نہیں ہے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اس کے حق میں پڑنے والے ووٹ کم ہوں گے تو اس سے عام تأثر یہ پیدا ہوگا کہ دیندار، اہل اور امانتداروں کی اس ملک میں کوئی قدر نہیں، اگر فرض کرو وہ ہار بھی جاتا ہے لیکن اس کے ووٹوں کی تعداد اچھی ہوتی ہے تو کم از کم دنیا یہ تو دیکھے گی کہ اس کی اتنی آواز ہے، اس کا اتنا وزن ہے کہ جس کی وجہ سے اس کو اتنے ووٹ پڑے ہیں۔ لہٰذا یہ نہیں سوچنا چاہیے کہ کس کے جیتنے کا امکان ہے کس کے جیتنے کا امکان نہیں ہے، آپ یہ دیکھیں کہ کون، کتنا ملک کے لیے زیادہ بہتر ہے اور کس کی کامیابی ملک کے مفاد میں ہے؛ جو زیادہ بہتر طریقہ سے خدمت کر سکتا ہے اور دین کا کم از کم نام لیوا ہے، اس کے ذریعہ سے دین پر عمل کرنے کا راستہ ہموار ہو سکتا ہے تو ایسے شخص کو ووٹ ڈالنا ہمارا فریضہ ہے اب وہ جیتے یا ہارے اس سے ہمیں کچھ لینا دینا نہیں ہے کیونکہ ہمارا کام تو اللہ کے لئے ہے، ارشاد ربانی: (كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ) (المائدة: ۸) اتنا واضح ہے کہ گواہی دینے والے کس کے لیے گواہی دیں؟ اس

امیدوار کے لیے نہیں اس کی رضامندی کے لیے نہیں، عوام کی خوشنودی کے لیے نہیں بلکہ " لِلّٰہِ" اللہ کے لئے۔ جب اللہ کے لیے ووٹ ڈالوگے تو ووٹ ڈالنا بھی عبادت ہو جائے گا، ان شاء اللہ، اور اللہ تعالیٰ اس پر بھی اجر وثواب عطا فرمائیں گے۔ ایک بات تو یہ ہے جس کی مجھے وضاحت کرنی تھی، اللہ تعالی اپنی رحمت سے ہمارے حالات پر رحم فرما کر ہمیں ایک اچھی قیادت عطا فرمادے (ہم دعا بھی کر رہے ہیں اور آیۃ کریمہ کا بھی ابھی ختم ہوگا، ان شاء اللہ تعالیٰ)۔

اصولی رہنمائی کافی ہے

دارالعلوم ایک سیاسی ادارہ یا کوئی سیاسی جماعت نہیں ہے اس لئے ہم کسی سیاسی جماعت کا نام لیکر یا کسی سیاسی جماعت کی حمایت یا کسی امیدوار کا نام لیکر اس کی حمایت کریں، یہ ہمارا طریقہ نہیں ہے کیونکہ ہر آدمی اپنے ضمیر کے مطابق جب اللہ کے لیے شہادت دے رہا ہے تو وہ اپنے ضمیر کے مطابق جس کو بہتر سمجھتا ہے اس کو ووٹ دے۔ دارالعلوم کی طرف سے کسی جماعت کی رسمی حمایت نہیں ہوتی بلکہ ایسے موقع پر ہم یہ اصولی بات کرتے ہیں کہ آپ جس کو بہتر سمجھتے ہوں جو آپ کو زیادہ نیک معلوم ہو جو ملک وملت کی صحیح خدمت کرنے والا ہو جس کے اندر اسلام کا جذبہ ہو جس کو دین سے تعلق ہو، علماء دین سے تعلق ہو ایسے لوگوں کو آپ اگر کامیاب بنائیں گے تو، ان شاء اللہ، آپ کا فریضہ ادا ہو جائے گا۔

تعلیمی ادارہ سب کے لئے ہے

دارالعلوم کے دروازے سب کے لیے کھلے ہیں، ہر قسم کے لوگ ہمارے پاس آتے ہیں، ہر پارٹی کے لوگ آتے ہیں، دین کی بات پہنچانے کے لئے ہم نے کسی کے لئے دروازے بند نہیں کئے، ہمارے پاس ملحد اور بے دین لوگ بھی آتے ہیں، ہم دین کی بات ان کو بھی پہنچاتے ہیں، ہمارے دراززے نہ کسی کے لیے بند ہیں نہ کسی کے ساتھ خاص ہیں اس طرح کہ بس اسی کے ساتھ ہو گئے دوسروں کے ساتھ نہیں۔ بلکہ ایک اصول ہم نے آپ کو بتا دیا اس اصول کے مطابق آپ کا ضمیر جس کے حق میں گواہی دے اس کے مطابق اپنا حق رائے دہی استعمال کریں۔

سہ روزہ تعطیل اور اس کی وجہ

پہلے اس طرح ہوتا رہا ہے کہ دارالعلوم کے طلبہ کی بڑی تعداد کا ووٹ یہیں کراچی میں ہوا کرتا تھا جب لسٹیں بنتی تھیں تو یہیں کراچی میں ہی ان کا نام بھی آتا تھا تو بڑی تعداد یہاں پر ووٹ ڈالتی تھی لیکن اس مرتبہ

جب ہم نے جائزہ لیا تو پتہ چلا کہ طلبہ کی ایک بڑی تعداد ایسی ہے جس کا ووٹ یہاں پر نہیں ہے بلکہ ان کا ووٹ ان کے اپنے وطن میں ہے، اب جو قریب رہنے والے ہیں ان کے لیے تو یہ سہولت ہے کہ ایک ہی دن میں وہ ووٹ ڈال کے آسکتے ہیں اور ووٹ والے دن ہمیشہ ہم اسی غرض سے چھٹی کرتے ہیں تاکہ لوگ اپنا حق رائے دہی استعمال کرسکیں، چنانچہ ایک دن کی چھٹی تو ہونی ہی ہے لیکن ہمیں اندازہ ہوا کہ طلبہ کی ایک بہت بڑی تعداد ایسی بھی ہے جو دور دراز کی رہنے والی ہے اس کا ووٹ دور دراز کے علاقوں میں ہے مثلاً خیبر پختون خوا میں ہے وہاں پر ان کو جانا پڑے گا یا بلوچستان کے دور دراز کے علاقوں میں ہے تو ایسی صورت میں صرف ایک دن کی چھٹی اس کے لیے کافی نہیں ہوگی، اس لیے پہلے یہ سوچا تھا کہ جو لوگ ووٹ کے لیے جانا چاہیں ان کو چھٹی دے دی جائے، عام تعطیل نہ کی جائے لیکن اس صورت میں طلبہ کا یہ نقصان ہوگا کہ جو جائیں گے تو آنے جانے میں کم از کم دو دن کے اسباق ضائع ہوں گے اور طالب علم کا کوئی ایک سبق ضائع ہونا بھی ہمیں پسند نہیں ہے، اس لیے آج آپ کے اساتذۂ کرام کی ایک مجلس ہوئی جس میں اس موضوع پر مشورہ کیا گیا تو اس مشورہ میں اللہ تعالیٰ کے نام پر یہ طے کیا گیا کہ جو طلبہ اپنے علاقے میں جاکر حق رائے دہی استعمال کرنا چاہتے ہیں ان کو یہ سہولت دینے کے لئے صرف انتخابات کے دن کی چھٹی نہیں بلکہ آج بروز پیر عصر کے بعد سے ان شاء اللہ چھٹی ہے اور یہ جمعرات تک جاری رہے گی، لیکن آج عصر تک باقاعدہ سبق ہوں گے یہ نہ ہو کہ آپ نے سن لیا کہ کل چھٹی ہے ابھی سے آپ غائب ہو جائیں اس لئے کہ یہ جو کچھ انتظام کیا جارہا ہے اس لیے کیا جارہا ہے تاکہ آپ کے اسباق کا ناغہ نہ ہو، یہ نہ کریں کہ آپ ابھی سے ناغہ کرنا شروع کردیں، نیز یہ چھٹی صرف تعلیمی شعبوں کی ہے چاہے وہ درس نظامی کا شعبہ ہو یا دار القرآن ہو یا مدرسۃ البنات ہو یا حراء فاؤنڈیشن ہو یا مدرسۃ ابتدائیہ ہو ان کی چھٹی آج شام سے ہوگی جو جمعرات تک جاری رہے گی۔ انتظامی اور دفتری عملہ کی تعطیل انتخابات کے دن یعنی بروز بدھ ہی کو ہوگی، اللہ اپنی رحمت سے اس فریضے کو ٹھیک ٹھیک اپنی رضا کے مطابق انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔

☆☆☆

یوسف خالد، دارالعلوم مظاہر العلوم حیدرآباد

حضرت فاطمۃ الزہراء، رضی اللہ عنہا، کی سیرت اور شخصیّت

آپ کا اسم گرامی " فاطمہ " ہے اور لقب "زہراء" اور "بتول" ہے۔ حضرت فاطمہ، رضی اللہ عنہا، اللہ تعالیٰ کے آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی چوتھی اور سب سے چھوٹی صاحبزادی ہیں۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا نا حضرت "خدیجۃ الکبری" رضی اللہ عنہا، ہے۔ مشہور قول کے مطابق حضرت فاطمہ، رضی اللہ عنہا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت ملنے سے پانچ سال قبل (تقریباً ۶۰۵ء) میں پیدا ہوئیں۔ (بنات اربعہ ص: ۲۵۷)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنھا کا شمار ان مقدس خواتین میں ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا ہی میں برگزیدہ تھیں۔ (سیر الصحابہ ۶/۹۹)

حدیث شریف میں ہے " تمہیں (اتباع کرنے کے لئے) تمام دنیا کی عورتوں میں حضرت مریم بنت عمران علیہ السلام، حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنھا، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت آسیہ رضی اللہ عنھا زوجہ فرعون کافی ہیں۔ (ترمذی ۲/۲۷۷)"

آپ کو یہ مقام بھی حاصل ہے کہ جنت میں آپ تمام دنیا کی عورتوں کی سردار ہوں گی۔ (بنات اربعہ ص: ۳۱۸) آپ، صلی اللہ علیہ وسلم، جب سفر پر جاتے تو سب سے آخر میں حضرت فاطمہ، رضی اللہ عنہا، سے ملتے اور جب سفر سے واپس آتے تو سب سے پہلے حضرت فاطمہ، رضی اللہ عنہا، ہی آپ، صلی اللہ علیہ وسلم، سے ملتی تھیں۔ حضرت فاطمہ، رضی اللہ عنہا، جب آپ، صلی اللہ علیہ وسلم، کی خدمت میں تشریف لاتیں تو آپ، صلی اللہ علیہ وسلم، کھڑے ہو جاتے، ان کی پیشانی چومتے اور اپنی نشست سے ہٹ کر اپنی جگہ پر بٹھاتے۔ (سیر الصحابہ ۶/۱۰۰)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اولاد میں سب سے زیادہ پیار و محبت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرماتے تھے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت محبوب تھیں۔ (سیر الصحابہ ۶/۹۸)

ایک موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابوجہل کی لڑکی (دڑہ) کو نکاح کا پیغام بھیجا جس کی اطلاع لڑکی والوں کی طرف سے بارگاہ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم میں دی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا" آل ہشام، علی بن ابی طالب سے اپنی بیٹی کا عقد کرنا چاہتی ہے اور مجھ سے اجازت مانگتی

ہے لیکن میں اجازت نہیں دوں گا اور کبھی نہ دوں گا۔ البتہ ابن ابی طالب میری بیٹی کو طلاق دے کر ان کی لڑکی سے نکاح کر سکتے ہیں، حضرت فاطمہ، رضی اللہ عنہا، میرے جسم کا ایک حصہ ہے جس نے اس کو اذیت دی اس نے مجھ کو اذیت دی۔ اور یہ بھی فرمایا "جو چیز فاطمہ کو پریشانی اور دکھ دیتی ہے وہ مجھے بھی پریشانی اور دکھ دیتی ہے۔" (سیر الصحابہ ۹۸/۶)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گفتگو کرنے کا انداز، لہجہ، اٹھنا بیٹھنا، چال ڈھال اور چلنے کی رفتار بالکل حضور، صلی اللہ علیہ وسلم، کے مشابہ تھیں۔ (بنات اربعہ ص:۲۵۸)

جب آپ رضی اللہ عنہا تقریباً تیرہ چودہ برس کی ہوئیں تو والدہ ماجدہ کا انتقال ہو گیا تھا۔ (محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم انسائیکلو پیڈیا ص:۴۰۲)

آپ رضی اللہ عنہا کا نکاح ہجرت مدینہ کے بعد ۲ھ (۶۲۳ء) میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے طے ہوا اور چند ماہ بعد رخصتی ہوئی۔ اس وقت حضرت علی، رضی اللہ عنہ، کی عمر ۲۱ سال اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی عمر ۱۸ سال تھی۔ (بنات اربعہ ص:۲۶۶)

جہیز میں آپ کو ایک بڑی چادر، ایک چمڑے کا تکیہ جو کھجور کی چھال یا اذخر (خوشبو دار گھاس) سے بھرا ہوا تھا، ایک آٹا پیسنے والی چکی اور پانی کے لئے ایک مشکیزہ اور دو گھڑے ملے۔ (بنات اربعہ ص: ۲۶۵)

آپ کی گھریلو زندگی کا حال یہ تھا کہ گھر کا سارا کام کاج خود سرانجام دیتی تھیں، چکی پیستے پیستے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے، مشکیزے میں پانی بھر بھر کر لانے سے جسم اطہر پر نشان پڑ گئے، گھر میں جھاڑو دیتے دیتے کپڑے میلے ہو جاتے اور چولھے کے پاس کام کی وجہ سے بیٹھے بیٹھے دھوئیں سے کپڑے سیاہ ہو جاتے۔ (سیر الصحابہ ۹۹/۶)

ایک مرتبہ کام کے بوجھ کی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کہنے پر آپ اپنے والد ماجد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں خادم لینے آئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تسبیح فاطمی (رضی اللہ عنہا) کا تحفہ عطا فرما کر عرض کیا! کہ یہ خادم سے بہتر ہے۔ یہ سن کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا! میں اللہ اور اس کے رسول سے راضی ہوں۔ آپ میرے لئے جو تجویز فرمائیں گے وہ میرے حق میں سب سے بہتر ہے، یہ کہہ کر خالی ہاتھ واپس تشریف لے گئیں۔ (بنات اربعہ ص:۲۷۰)

آپ رضی اللہ عنہ کی اولاد میں دو صاحبزادے حضرت حسن رضی اللہ عنہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ تھے اور دو صاحبزادیاں حضرت زینب زوجہ عبداللہ بن جعفر طیار، رضی اللہ عنہما، اور حضرت ام کلثوم زوجہ سیدنا عمر بن الخطاب

رضی اللہ عنہا، تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خاندانی سلسلہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہی سے چلا ہے۔ (سیر الصحابہ ۶/۹۷)

آپ رضی اللہ عنہا کے مزاج میں بہت شرم وحیا تھی، اسی وجہ سے آپ نے حضرت اسماء بنت عمیس زوجہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہم سے فرمایا! کہ کھلے جنازے میں عورتوں کی بے پردگی ہوتی ہے جس کو میں ناپسند کرتی ہوں، میرا جنازہ انتہائی پردہ میں لے جایا جائے۔ لہٰذا عورتوں کے لئے جنازے پر ڈولی کی طرح پردہ لگانے کا جو طریقہ آج کل رائج ہے اس کی ابتداء آپ رضی اللہ عنہا ہی سے ہوئی۔ (سیر الصحابہ ۶/۹۷)

جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی عمر انتیس برس ہوئی تو آپ کے والد ماجد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ (۶۳۲ء) میں رحلت فرماگئے۔ انتقال کے وقت آپ پر ایک مصیبت ٹوٹ پڑی، لیکن آپ رضی اللہ عنہا نے بڑے صبر واستقلال سے کام لیا اور پھر جب تک آپ زندہ رہیں کبھی چہرہ مبارک پر مسکراہٹ نہ آئی۔ والد ماجد کے وصال کے چھ ماہ بعد آپ بیمار ہوگئیں اور بروز منگل ۳ رمضان المبارک کے آخر ۱۱ھ (۶۳۲ء) میں انتیس سال کی عمر میں دنیا سے رحلت فرماگئیں۔ (بنات اربعہ ص: ۲۹۲، سیر الصحابہ ۶/ ۹۴، المرتضی ۹۲) (محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم انسائیکلو پیڈیا ۳۹۰) آپ کو حضرت اسماء زوجہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما اور حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا وغیرہ نے غسل دیا۔ (بنات اربعہ ص: ۳۰۰)

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کہنے پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی (بنات اربعہ ص: ۳۰۲) اور جنت البقیع میں سپرد خاک کردیا گیا۔ (بنات اربعہ ص: ۳۰۴، سیر الصحابہ ۶/ ۹۷، ۹۶)

یوں کی ہے اہل بیت مطہر نے بسر زندگی　　　　یہ ماجرائے دختر خیر الانام تھا

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نصیحت آموز اور مبارک زندگی ہر مرد وعورت کے لئے مشعل راہ ہے، بالخصوص ان خواتین کے لئے جو آزادی نسواں کے فریبی جال کا شکار ہیں اور جو گھریلو کام کاج میں عار محسوس کرتی ہیں۔ دیکھئے شاہِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس ومطہر بیٹی کی گھریلو زندگی کا عالم، اگر معاشرے کی ہر عورت آپ کی حیات مبارکہ کو اپنا نصب العین بنالے تو یقیناً معاشرہ ہر برائی سے پاک ہوجائے اور ہر گھر امن وسکون کا گہوارہ بن جائے۔

☆☆☆

ڈاکٹر محمد حسان اشرف عثمانی

آپ کا سوال

قارئین صرف ایسے سوالات ارسال فرمائیں جو عام دلچسپی رکھتے ہوں اور جن کا ہماری زندگی سے تعلق ہو، مشہور اور اختلافی مسائل سے گریز فرمائیں............................ (ادارہ)

سوال: تجدید نکاح سے کیا مراد ہے؟

جواب: تجدید عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنیٰ ہیں کسی چیز کو از سرِ نو کرنا، اور تجدید نکاح کا مطلب ہے: "از سرِ نو نکاح کرنا"۔

سوال: تجدید نکاح کب کیا جانا چاہئے اور تجدید نکاح کب لازمی ہو جاتا ہے؟

جواب: تجدید نکاح کے مختلف مواقع ہیں۔ کبھی تجدید نکاح لازم ہو جاتا ہے مثلاً میاں بیوی میں سے کسی نے نعوذ باللہ کوئی کفریہ بات کہہ دی یا ایسا عمل کیا جس سے العیاذ باللہ ایمان جاتا رہا تو ایسے موقع پر اس پر لازم ہے کہ اس سے فوراً توبہ کر کے اپنے ایمان کی تجدید کرے اور اپنے نکاح کی بھی تجدید کرے۔

کبھی آدمی اپنی ضرورت کی وجہ سے تجدید نکاح کرتا ہے۔ مثلاً شوہر نے اپنی بیوی کو ایک طلاقِ بائن دے دی یا میاں بیوی نے کسی وجہ سے آپس میں خلع کا معاملہ کر لیا پھر ان کو دوبارہ میاں بیوی کی حیثیت سے زندگی گزارنے کی ضرورت محسوس ہوئی تو اس صورت میں بھی تجدید نکاح ضروری ہے، اس کے بغیر دونوں ساتھ نہیں رہ سکتے۔

جبکہ کبھی تجدید نکاح آدمی احتیاطاً بھی کرتا ہے یعنی شرعاً دونوں کا نکاح اگرچہ قائم ہے لیکن اس خدشے کی بنیاد پر کہ خدانخواستہ میاں بیوی میں سے کسی سے کوئی بات یا کام ایسا سرزد نہ ہو گیا ہو جس سے ایمان جاتا رہتا ہے۔ (رد المحتار، ۱: ۱۰۰)

سوال: تجدید نکاح کا طریقہ کیا ہے اور تجدید نکاح میں مہر کے لئے کیا ہدایات ہیں؟

جواب: تجدید نکاح کا آسان طریقہ یہ ہے کہ میاں بیوی باہمی رضامندی سے کچھ مہر (جو کم از کم دس درہم کے برابر ہو) مقرر کر کے دو شرعی گواہوں کی موجودگی میں، ان گواہوں کو سنا کر نکاح کا ایجاب وقبول کرلیں، یہی تجدیدِ نکاح ہے۔

سوال: مرد یا عورت کے غصے کی حالت میں "بھاڑ میں گئی نماز......" کہہ دینے سے ایمان اور نکاح پر کیا اثر پڑتا ہے اور اس کا کفارہ کیا ہے؟

جواب: نماز کے متعلق سوال میں مذکور جملہ "بھاڑ میں گئی نماز" بہت غیر محتاط، نہایت خطرناک اور انتہائی بے ہودہ ہے، جس میں سخت اندیشۂ کفر ہے۔ ایسی بے ہودہ اور خطرناک باتوں سے ہر مسلمان کو مکمل اجتناب لازم ہے۔ اگر اس جملہ سے نماز کی توہین مقصود ہو تو یہ کفر ہے اور اگر نماز کی توہین مقصود نہ ہو تو بھی انتہائی بیہودہ اور غلط جملہ ہے۔ اس لئے اگرچہ اس سے نماز کی توہین مقصود نہ ہو پھر بھی اس غیر محتاط اور بے ہودہ کلمہ زبان سے نکالنے کی وجہ سے ایسے شخص پر توبہ واستغفار اور آئندہ اس طرح کے جملوں سے مکمل اجتناب لازم ہے، اور احتیاطاً اپنے ایمان اور نکاح دونوں کی تجدید بھی کرے۔ (البحر الرائق: ۵: ۱۳۵)

سوال: معلوم یہ کرنا ہے کہ جو حضرات حج قران یا تمتع کرتے ہیں ان پر حج کی قربانی (دم شکر) کے علاوہ کن شرائط پر عید کی قربانی واجب ہوتی ہے اور مقیم ہونے کی صورتحال سے آگاہ فرمایئے؟

جواب: وہ حاجی حضرات جن کا مکہ مکرمہ میں قیام ایام حج کو ملا کر پندرہ دن یا اس سے زیادہ بنتا ہے وہ مقیم ہوتے ہیں۔ لہٰذا اگر وہ صاحب نصاب ہیں تو ان پر مال کی قربانی بھی واجب ہے، چاہے وہ مکہ مکرمہ میں یہ قربانی کریں یا اپنے وطن میں کسی کو اپنا وکیل بنا کر کریں۔

سوال: مغرب کی اذان احتیاطاً غروبِ آفتاب کے کتنے منٹ بعد دینی چاہئے؟

جواب: مغرب کا وقت غروب آفتاب کے بعد شروع ہوتا ہے، اس لئے غروبِ آفتاب کا یقین حاصل ہوجانے کے بعد مزید تاخیر کی ضرورت نہیں۔ اس لئے غروب آفتاب کے بعد ایک دو منٹ کے اندر اندر اذانِ مغرب دے دینی چاہئے۔

سوال: عید الاضحیٰ کن کن لوگوں پر واجب ہے اور اس کا ضابطہ مکمل طور پر کس طرح ہے، چونکہ یہ تو

معلوم ہے کہ قربانی صرف اس شخص پر واجب ہے جو صاحب نصاب ہو، سونا چاندی یا سامان تجارت کی صورت میں، مگر ہوتا یہ ہے کہ کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ قربانی صرف صاحب اختیار پر واجب ہے مثلاً ایک گھر میں چھ یا سات بھائی اکٹھے رہتے ہیں اور ان کا کھانا پینا اٹھنا بیٹھنا ایک ہی گھر میں ہوتا ہے مگر ہوتا یہ ہے کہ ان میں سے تین یا چار باہر ممالک میں کاروبار کرتے ہیں اور ایک دو گھر پر ہوتے ہیں اور گھریلو معاملات سنبھالتے ہیں اور ایک دو مدرسے میں دینی تعلیم حاصل کرتے ہیں اور ان سب پر کاروبار والے بھائی خرچ کرتے ہیں یعنی دنیاوی معاملات میں گویا یہ سب آپس میں شریک رہتے ہیں اگر یہ بھائی آج علیحدہ علیحدہ ہونا چاہیں تو ان کی جتنی جائیدادیں ہوں چاہے ان میں سے ایک دو نے کما کر بنائی ہوں باقیوں نے کچھ نہ کیا ہو مگر تقسیم سب میں برابر ہوں گی، مگر قربانی کے دن یہ لوگ یہ بہانہ کرتے ہیں کہ قربانی صرف صاحبِ اختیار پر ہوگی، صاحب اختیار کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جو بھائی گھر کے لئے راشن وغیرہ خرید کرلاتے ہیں یا کوئی چیز بیچ دیتے ہیں یا خرید لیتے ہیں یعنی پیسہ ان ہی کے ہاتھ میں ہوتا ہے اور وہ بھائی جو باہر کمائی کرتے ہیں یا اندرون ملک کرتے ہیں ان کو وہ صاحب اختیار کہتے ہیں اور ان ہی دو قسم کے بھائی قربانی کرتے ہیں۔ اور وہ بھائی جو گھر میں تو شریک ہیں مگر یا تو وہ گھر کی بھیڑ بکریاں چراتے ہیں یا مدرسے میں علم حاصل کرتے ہیں مگر ان کے ہاتھ میں ایک روپیہ بھی نہیں ہوتا، ان کی نظریں گھر کے صاحب اختیار لوگوں کی جیبوں پر ہوتی ہیں وہ اپنی مرضی سے جتنا جیب خرچ دے دیں وہ اس پر گذارا کرتے ہیں۔ مگر ان کی فیملی اور بیماری وغیرہ پر صاحب اختیار بھائی خرچ کرتے ہیں اب میں پھر سوال اول کی طرف آتا ہوں کہ جائیداد میں سب بھائی شریک ہوتے ہیں اور اگر ان کی جائیدادیں آج ان پر تقسیم کی جائیں تو ہر ایک صاحب نصاب بن جاتا ہے تو آیا یہ قربانی ہر ایک پر الگ الگ ہوگی یا صرف صاحب اختیار لوگوں پر؟

جواب: قربانی کے تین دنوں میں (یعنی دس ذوالحجہ کی صبح صادق سے لے کر بارہ ذوالحجہ کے غروب آفتاب تک) جس شخص کی ملکیت میں ساڑھے سات تولہ سونا یا ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے باون تولہ چاندی کی مالیت کے بقدر نقد رقم یا مال تجارت یا زائد از ضرورت ساز وسامان ہو یا ان سب کا مجموعہ ملاکر ساڑھے باون تولہ چاندی کی مالیت کے بقدر اس کے پاس ہو تو اس پر قربانی واجب ہے۔

اس صورت میں غیر صاحبِ اختیار (بیٹوں وغیرہ) پر قربانی واجب ہونے یا نہ ہونے میں شرعاً یہ تفصیل

ہے کہ اگر بیٹوں کے الگ الگ کاروبار الگ الگ ملازمت کا مطلب یہ ہے کہ ہر ایک اپنے اپنے کاروبار کا مالک ہے، اور ہر ایک کی اپنی اپنی ملکیت ہے تو اس صورت میں جس کی ملکیت میں بھی مذکورہ بالا تفصیل کے مطابق قربانی کا نصاب موجود ہوگا اسی تفصیل کے مطابق اس پر قربانی واجب ہوگی اس صورت میں صرف صاحبِ اختیار (خواہ والد ہو یا بھائی) کے مشورے سے یا اس سے لے کر خرچ کرنے کی وجہ سے یا دل میں یہ نیت ہونے کی وجہ سے کہ بعد میں یہ سب مال وارثوں میں تقسیم کردیا جائے گا قربانی ساقط نہ ہوگی۔

لیکن اگر بیٹوں کے الگ الگ کاروبار یا الگ الگ ملازمت وغیرہ کا مطلب یہ ہے کہ اصل کاروبار اور اصل مال تو والد صاحب ہی کا ہے اور والد صاحب ہی کاروبار وغیرہ کے اصل مالک ہیں، بیٹے صرف والد صاحب کے ساتھ تعاون کے طور پر کاروبار کو چلاتے ہیں، یا ملازمت کر کے رقم لاکر صاحبِ اختیار (مثلاً والد یا بڑے بھائی) کو مالک بنا کر اپنی رقم دے دیتے ہیں، اور بعد میں اس رقم کو واپس لینے کی نیت بھی نہیں ہوتی اور نہ ہی عرفاً انہیں اس رقم کی واپسی کے مطالبہ کا حق ہوتا ہے، تو اس صورت میں اگرچہ ہر ایک اپنے اپنے کاروبار اور اپنی اپنی ملازمت کا ذمہ دار خود ہو اور اپنے اپنے کاروبار کا حساب کتاب خود رکھتا ہو پھر صاحبِ اختیار کو پیش کرتا ہو تو اس صورت میں صاحبِ اختیار کی ملکیت میں جمع مالیت کام کرنے والے افراد (یا بیٹوں) کے نصاب میں شمار نہ ہوگی اور صاحبِ اختیار کی ملکیت میں جمع شدہ مالیت کی وجہ سے غیر صاحبِ اختیار افراد پر قربانی (یا زکوۃ وغیرہ) واجب نہ ہوگی۔ لیکن اس کاروبار اور ملازمت کے علاوہ اگر کسی فرد کی ملکیت میں اپنا کوئی ذاتی مال ہو تو جس فرد کی ملکیت میں بھی اپنا ذاتی مال اس قدر ہو کہ مذکورہ بالا تفصیل کے مطابق قربانی کے نصاب تک پہنچ جائے تو اسی تفصیل کے مطابق اس پر قربانی واجب ہوگی، مثال کے طور پر اگر کسی خاتون کی ملکیت میں نصاب سے کم کچھ سونا ہو خواہ ایک تولہ سونا ہو اور اس کے ساتھ کچھ نقد رقم بھی ہو یا سونے کے ساتھ نقد رقم تو نہیں لیکن کچھ چاندی یا ضرورتِ زندگی سے زائد سامان ہو اور ان سب کی مالیت ساڑھے باون تولہ چاندی کے بقدر ہو جائے جس کی وجہ سے وہ آسانی سے قربانی کرسکتی ہے تو اس پر قربانی واجب ہوگی، ہاں اگر ان تین دنوں میں اس کی ملکیت میں نصاب سے کم سونا تو رہے لیکن اس کی اپنی ملکیت میں نقد رقم، چاندی اور ضرورت سے زائد سامان بالکل نہ ہو تو اس پر قربانی واجب نہ ہوگی۔

☆☆☆

مولانا محمد راحت علی ہاشمی

جامعہ دارالعلوم کراچی کے شب وروز

تعلیمی سرگرمیاں

جامعہ دارالعلوم کراچی کے تعلیمی شعبوں میں حسب ہدایت نائب رئیس الجامعہ حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم، بروز اتوار غالبًا بتاریخ ۷رذی الحجہ ۱۴۳۹ھ (۱۹راگست ۲۰۱۸ء) سے بروز منگل غالبًا ۱۵رذی الحجہ ۱۴۳۹ھ (۲۷راگست ۲۰۱۸ء) تک بسلسلہ عیدالاضحیٰ تعطیلات رہیں گی اور بروز بدھ ۱۶رذی الحجہ ۱۴۳۹ھ (۲۸راگست ۲۰۱۸ء) سے ان شاء اللہ تعلیمی سرگرمیاں دوبارہ شروع ہوجائیں گی، حسب معمول ان تعطیلات میں بعض اساتذہ کرام وطلبہ اپنے ذاتی مشاغل میں مصروف رہیں گے، بعض حضرات ان تعطیلات میں تبلیغ ودعوت کے عمل میں شرکت فرمائیں گے جبکہ بعض طلبہ واساتذہ کرام اپنے جامعہ کی خدمت سمجھتے ہوئے چرم قربانی اور حصص قربانی کے کاموں میں حصہ لیں گے، اللہ تعالیٰ تمام حضرات کی مساعی کو شرف قبول عطافرمائیں۔آمین۔

عام انتخابات کے لئے تعطیل کا اعلان

ملک کے تمام انتخابات میں حق رائے دہی کے استعمال کے لئے جامعہ دارالعلوم کراچی کے تمام شعبوں میں بروز بدھ ۱۱رذی قعدہ ۱۴۳۹ھ کو عام تعطیل کی گئی اس سلسلہ میں ۹رذیقعدہ ۱۴۳۹ھ مطابق ۲۳رجولائی ۲۰۱۸ء پیر کے روز نائب رئیس الجامعہ دارالعلوم کراچی حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم نے نماز ظہر کے بعد طلبہ سے خطاب فرمایا جس میں آپ نے حالیہ انتخابات منعقدہ ۱۱رذیقعدہ ۱۴۳۹ھ (۲۵رجولائی ۲۰۱۸ء بدھ) کے حوالے سے کچھ وضاحتیں فرمائیں اور دور دراز کے طلبہ کی سہولت کے پیش نظر سہ روزہ تعطیل (منگل، بدھ، جمعرات) کا اعلان فرمایا (آپ کا یہ بیان شامل اشاعت ہے)۔ملک کے مختلف حصوں سے تعلق رکھنے والے طلبہ پیر کے اسباق سے فارغ ہوکر شام ہی کو اپنے اپنے علاقوں میں ووٹ ڈالنے کے لئے روانہ ہوگئے۔جمعہ کی شام تک طلبہ واپس آگئے اور ہفتہ کے روز سے دوبارہ تعلیمی سلسلہ شروع ہوگیا۔

مولائے کریم ان انتخابات کو ملک وقوم کی صلاح وفلاح کا ذریعہ بنائے اور وطن عزیز کو باصلاحیت قیادت عطافرمائے۔آمین۔

حضرت رئیس الجامعہ مدظلہم کا سفرحج

۷رذیقعدہ ۱۴۳۹ھ (۲۱رجولائی ۲۰۱۸ء) ہفتہ کے روز رئیس الجامعہ دارالعلوم کراچی حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب دامت برکاتہم سفرحج کے ارادے سے مدینہ منورہ کے لئے روانہ ہوئے، حضرت والا مدظلہم کے صاحبزادے استاذ الحدیث جامعہ دارالعلوم کراچی حضرت مولانا ڈاکٹر محمد زبیر عثمانی صاحب حفظہ اللہ، شعبہ موسوعۃ الحدیث کے ناظم مولانا مولانا نعیم اشرف صاحب اور حضرت والا کی اہلیہ محترمہ، تمام بیٹیاں اور داماد نیز خاندان کے دیگر حضرات بھی اس سفر سعادت میں شریک ہیں۔

نیز استاذ الحدیث جامعہ دارالعلوم کراچی حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم، جامعہ کی مجلس منتظمہ کے رکن وخازن جناب شیخ عبدالمالک صاحب اوران کے صاحبزادے مولانا طلحہ صاحب، جامعہ کے اساتذہ، مولانا زکریا اقبال صاحب، مولانا محمد محبوب احمد صاحب، مولانا سلمان سکھروی صاحب، شعبہ موسوعۃ الحدیث کے کارکن مولانا عبدالرحمٰن اویس صاحب، مولانا محمد یعقوب صاحب، مولانا یحییٰ عاصم صاحب، مولانا اعجاز احمد صمدانی صاحب، شعبہ محاسبی کے کارکن جناب محمد حسین صاحب، مدرسۃ البنات کے معاون ناظم مولانا عبدالمستعان صاحب، شاخ بیت المکرّم کے استاد مولانا طاہر احمد صاحب اور مولانا محبوب الٰہی صاحب بھی اس سال حرمین شریفین کی حاضری کی سعادت حاصل کررہے ہیں، اللہ تعالیٰ ان حجاج کرام کے اس سفر سعادت کے ہر ہر قدم اور ہر ہر دعاء کو قبول فرمائیں اوران کا حج مبرور ومقبول ہواور حرمین شریفین کی برکات شامل حال رہیں۔آمین۔

اسفار حضرت نائب رئیس الجامعہ مدظلہم

۵رشوال ۱۴۳۹ھ/۲۰رجون ۲۰۱۸ء: نائب رئیس الجامعہ حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم آج براستہ دوحہ مقدونیہ تشریف لے گئے اور بلقان کی چار ریاستوں، مقدونیہ، البانیہ، مونٹی نیگرو اور بوسنیا کا دس روزہ تفصیلی دورہ کیا جس کے مفصّل حالات ایک سفر نامے کی شکل میں ان شاء اللہ تعالیٰ عنقریب البلاغ میں شائع ہونگے۔

۱۷رشوال ۱۴۳۹ھ/۲رجولائی ۲۰۱۸ء: نائب رئیس الجامعہ دامت برکاتہم لاہور تشریف لے گئے جہاں آپ نے ۱۸رشوال کی صبح دارالعلوم الاسلامیہ جاکر حضرت مولانا مشرف علی تھانوی، رحمۃ اللہ علیہ، کی وفات پر اہل مدرسہ سے تعزیت کی اور اساتذہ کی فرمائش پر صحیح بخاری کی پہلی حدیث کا درس دیا، اسی روز نمازِ ظہر سے قبل جامعہ عبد اللہ بن عمرؓ جاکر حضرت مولانا صوفی محمد سرور صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، کی وفات پر پسماندگان سے تعزیت کی اور وہاں پہلی بار دورۂ حدیث کے آغاز پر صحیح بخاری کا افتتاح کیا اور اسی شام

واپس کراچی تشریف لائے۔

۲۰رشوال ۱۴۳۹ھ/۵رجولائی ۲۰۱۸ء: نائب رئیس الجامعہ دامت برکاتہم آج براستہ دبئی برطانیہ کے سفر پر روانہ ہوئے جہاں آپ نے لندن کے چار روزہ قیام کے دوران ۷رجولائی کوختم نبوت سنٹر میں ختم نبوت کانفرنس کے تحت صدارتی خطبہ دیا، نیز ۹رجولائی کو برطانیہ کے ہاؤس آف لارڈز میں لارڈ شیخ کی دعوت پر اسلامک فائنانس کے موضوع پر منعقد سیمینار میں مہمانِ خصوصی کے طور پر شرکت کرکے کلیدی خطاب کیا، جس میں متعدد لارڈز اور ممبر پارلیمنٹ شریک ہوئے، اگلے روز لارڈ نذیر احمد کی دعوت پر ہاؤس آف لارڈز ہی میں ''پاکستان اور غلط فہمیاں'' کے عنوان پر ایک مذاکرے میں شرکت کی اور وہاں بھی کلیدی خطاب فرمایا، اس کے علاوہ ''مسلم کونسل آف بریٹن'' کی دعوت پر بالہم مسجد کے ایک بڑے اجتماع میں ''دین ودنیا میں توازن'' کے موضوع پر مفصل بیان فرمایا، نیز لندن کے ایک مضافاتی ٹاؤن کولری (کیلوری) کی مسجد میں بھی بڑے اجتماع سے خطاب فرمایا، اس کے بعد چار دن بیلفاسٹ اور ایڈنبرا کا دورہ کیا جس میں آپ کے بڑے صاحبزادے مولانا عمران اشرف صاحب اور ان کے اہل خانہ کے علاوہ برطانیہ اور آئر لینڈ کے متعدد علماء مولانا اسماعیل کوتوال صاحب، مولانا شہباز صاحب، بلیک برن کے کچھ احباب اور مانچسٹر کے مولانا فاروق صاحب بھی ہم رکاب رہے، ۱۵رجولائی کو بروز اتوار ایڈنبرا سے بذریعہ ٹرین برمنگھم کا سفر کیا اور برمنگھم میں منعقدہ سالانہ ''ختم نبوت کانفرنس'' میں صدارتی خطبہ دیا، اور اسی شام لندن واپس آئے، اور ۱۶رجولائی کو لندن سے جدہ روانہ ہوئے جہاں ۱۷رجولائی کو " البنک الإسلامي للتنمية " کے شریعہ بورڈ میں شرکت کرکے عمرہ ادا کیا، اور مکہ مکرمہ میں دوروز حاضری کے بعد ۱۹رجولائی کی رات کو واپس کراچی تشریف لے آئے۔

جامعہ دارالعلوم کراچی کے طلبہ کا اعزاز

الحمدللہ جامعہ دارالعلوم کراچی کے چھ طلبہ نے کراچی تعلیمی بورڈ میں ۲۰۱۷ء کے میٹرک کے امتحان میں A-1 گریڈ (۸۰%) نمبر حاصل کرکے فی کس پچیس ہزار روپے انعام حاصل کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان طلبہ کے علم وعمل میں مزید ترقی عطا فرمائے۔ آمین۔ ان سعادت مند طلبہ کے نام یہ ہیں:

۱۔۔محمد اسامہ سلیم بن محمد سلیم اختر جھنگوی

۲۔۔محمد عرفان بن محمد ادریس کراچوی

۳۔محمد رفیع بن محمد مشتاق کراچوی

۴۔۔حنظلہ احمد صدیقی بن مطیع اللہ صدیقی کراچوی

۵۔۔محمد راشد بن حاجی محمد لعل کوہٹوی

۶۔۔محمد ملوک بن صدرالدین نصیرآبادی

دعائے مغفرت

۸/ذیقعدہ ۱۴۳۹ھ (۲۲/جولائی ۲۰۱۸ء) اتوار کے روز جامعہ دارالعلوم کراچی کے عصری علوم کے اساتذہ جناب ماسٹر امیر بخش صاحب اور جناب ماسٹر غلام مصطفیٰ صاحب کی ہمشیرہ صاحبہ کا انتقال ہوگیا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ان کی نماز جنازہ نماز ظہر کے بعد حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب دامت برکاتہم کی اقتداء میں ادا کی گئی۔

دورۂ حدیث کے طالب علم گل رنگزیب کے والد صاحب کا ۱۶/شوال ۱۴۳۹ھ کو طویل علالت کے بعد انتقال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مولائے کریم مرحومین کی بال بال مغفرت فرماکر درجات عالیہ عطا فرمائے۔ پسماندگان کو صبر جمیل اور فلاح دارین عطا فرمائے۔ آمین۔ قارئین سے بھی دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

نقد و تبصرہ

تبصرے کے لیے ہر کتاب کے دو نسخے ارسال فرمایئے

تبصرہ نگار کا مؤلف کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں

نام کتاب .... تحفظ مدارس اور علماء وطلباء سے چند باتیں

تالیف .... حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب، مدظلہم

ضخامت .... ۲۰۸ صفحات، عمدہ طباعت، قیمت: درج نہیں

ناشر .... مکتبۃ الایمان کراچی۔ 0332-3552382

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب دامت برکاتہم کے وہ دستیاب مضامین جو مختلف رسائل وجرائد میں شائع ہوئے، نیز وہ بیانات جو متعدد مواقع پر علماء وطلبہ کے سامنے ہوئے، یہ سب افادات زیر نظر کتاب میں شائع کردیے گئے ہیں، جن میں دینی مدارس کے حوالے سے گفتگو، مدارس کے منتظمین، اساتذۂ کرام اور علماء کرام کی ذمہ داریوں سے متعلق بیانات، طلبہ کے لئے اہم ہدایات اور مختلف کتابوں کے لئے تحریر کی گئی تقریظات شامل ہیں۔

یہ ایک مفید اور قابلِ قدر مجموعہ ہے جس سے استفادہ ان شاءاللہ بہت مفید ہوگا۔ (ابومعاذ)

نام کتاب .... مسائل قربانی

نام مؤلف .... مولانا محمد عبدالمعبود صاحب

ضخامت .... ۳۲۰ صفحات، مناسب طباعت، قیمت: درج نہیں۔

ناشر .... القاسم اکیڈمی جامعہ ابوہریرہ، خالق آباد۔ ضلع نوشہرہ

زیر نظر کتاب کا موضوع اس کے نام سے ظاہر ہے، اس میں درج ذیل عنوانات پر خاصا مواد جمع کردیا گیا ہے: قربانی کی تاریخی وشرعی حیثیت، قربانی کا نصاب، ایام قربانی، قربانی کا جانور، ذبح کرنے کا طریقہ، حدید آلات کا حکم، اس کے علاوہ اور بھی بہت سے مسائل دلائل کے ساتھ تحریر کئے گئے ہیں۔ مختلف کتابوں کے مقالات وفتاویٰ بھی کتاب میں درج کردیے گئے ہیں جن سے معلومات میں بہت اضافہ ہوتا ہے۔ قربانی کے حوالے سے یہ جامع کتاب ہے۔ علماء کرام کے علاوہ دیگر قارئین بھی اس کا مطالعہ کرسکتے ہیں۔ (ابومعاذ)

نام کتاب .... انوار معرفت

نام مرتب .... قاری محمد سلیمان حقانی

ضخامت .... ۱۳۶ صفحات، مناسب طباعت۔ قیمت: ۲۰ روپے

ناشر .... مکتبہ عثمانیہ، متصل ایچ ایم سی ٹیکسلا

قاری محمد سلیمان حقانی صاحب نے تعلیم حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، سے حاصل کی ہے۔ اصلاحی تعلق بھی ان کا حضرتؒ ہی سے رہا ہے۔ حضرتؒ کی خدمت کا شرف بھی انہوں نے حاصل کیا ہے۔ اس دوران حضرت سے خط وکتابت کا سلسلہ بھی رہا۔ یہ کتاب ایسے تمام خطوط کا مجموعہ ہے جس کا مطالعہ علمی وتربیتی لحاظ سے نافعیت سے خالی نہیں۔ (ابومعاذ)

نام رسالہ .... اشرف البلاغہ شرح اردو دروس البلاغہ

نام مؤلف .... مولانا صفی اللہ چغرزئی صاحب

ضخامت .... ۴۸، صفحات۔ مناسب طباعت۔ قیمت: ۳۵ روپے

ناشر .... مکتبہ حمیدہ۔ نزد جامع مسجد حمیدہ۔ بدھنی گوٹھ۔ کراچی ۲۴۔

بلاغت کے موضوع پر "دروس البلاغہ" مفید اور آسان کتاب ہے جو مدارس کے نصاب میں داخل ہے۔ اس کی متعدد اردو شروح بازار میں دستیاب ہیں۔ زیر نظر رسالہ بھی اسی سلسلے کی ایک کاوش ہے، "دروس البلاغہ" کو حل کرنے میں اس کا مطالعہ بھی ان شاء اللہ مفید ثابت ہوگا۔ (ابومعاذ)

☆☆☆